eISSN: 2789-6331
pISSN: 2789-4169

عطرت بتول

اسکالر پی ایچ ڈی اردو، فاطمہ جناح ویمن یونیورسٹی، راولپنڈی

ڈاکٹر محمد قاسم

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

Itrat Batool
Scholar Ph.D. Urdu, Fatima Jinnah Women University, Rawalpindi
Dr.Muhammad Qasim
Assistant Professor, Dept of Urdu, A.I.O.U, Islamabad

"ایڈی پس ریکس" کی تفہیم اردو ترجمے کی روشنی میں

Understanding “Oedipus Rex” in the light of Urdu translation

Abstract:

“Oedipus Rex” also known as “Oedipus the King” is a tragedy written by the ancient Greek playwright Sophocles. The drama was first performed in 429 BC. The play is well known in Greek tragic drama history. Sophocles has presented numerous controversial and unconventional themes in Oedipus Rex like free will, fate, self-discovery, guilt and shame, search for truth, and over-confidence. But the main theme of the play revolves around the sexual relationship between child and parent. The play presents how such action can cause a curse, not for the whole of the society. The play is an emotive story of a child-parental relationship and is universally significant due to its sensitive aspects. The play is not only commendable in international literature but also in the world of psychology. Sigmund Fried derived his psychological theory of the “Oedipus Complex” from the story of the play. Sophocles presents a composition of irony and symbolism eminent to the contemporary work of his age. The themes of fate agains thet human will and astigmatism against perception make the play a unique literary piece. The play is transmitted in many languages all around the world. Ahmad Aqeel Ruby has translated this play into Urdu. This article is compressed on the analysis of this Urdu translation.

Keywords: Oedipus Rex, Greek tragedy, Sophocles, Sigmund Fried, Oedipus complex, Ahmed Aqeel Rubi

کلیدی لفاظ: ایڈی پس ریکس، یونانی المیہ، سوفوکلیز، سگمنڈ فرائیڈ، ایڈی پس کمپلیکس، احمد عقیل روبی

یونانی ڈرامہ نگار سوفوکلیز کا تحریر کردہ المیہ "ایڈی پس ریکس" جسے "ایڈی پس دا کنگ" کے نام سے بھی جانا جاتا ہے، پہلی بار ۴۲۹ ق م میں ڈراما یا گیا۔ یہ یونان کے المیہ ڈراموں میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔ اس ڈرامے میں سوفوکلیز نے آزادنہ خواہش، ذاتی تشخص، ندامت و شرمندگی، سچائی کی تلاش، مستزاد اعتمادِ ذات جیسے متفرق موضوعات کو مربوط انداز میں پیش کیا ہے۔ ڈرامے میں مرکزی طور پر والدین اور اولاد کے مابین جنسی کشش کو موضوع بنایا گیا ہے جس کے بارے میں ڈرامہ نگار نے واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ فعلِ قبیح پورے معاشرے کے لیے باعثِ رسوائی ہے۔ یہ ڈرامہ اولاد اور والدین کے جذباتی تعلقات پر مبنی ایک حساس کہانی ہے۔ اس ڈرامے کو نہ صرف عالمی ادب میں بلکہ نفسیات کے میدان میں بھی خاصی اہمیت حاصل ہے۔ سگمنڈ فرائیڈ نے اپنے نفسیاتی نظریہ "ایڈی پس کمپلیکس" کا خمیر اسی ڈرامے سے اٹھایا ہے۔ سوفوکلیز نے اس ڈرامے میں طنز اور علامت کا ایسا مرقع پیش کیا ہے جو اسے معاصرین سے ممتاز کرتا ہے۔ خواہشاتِ انسانی کے مقابل قسمت اور کج نظری کے مقابل بصیرت کی کارفرمائی ڈرامے کا اصل موضوع ہے اور یہی موضوع ادب میں اس ڈرامہ کی انفرادیت کا باعث ہے۔ اس ڈرامے کو کئی زبانوں میں ترجمہ کیا گیا ہے۔ احمد عقیل روبی نے اس ڈرامے کا ترجمہ اردو زبان میں کیا ہے۔ زیر نظر مضمون میں مذکورہ اردو ترجمہ کا جائزہ لیا گیا ہے۔

یونانی ڈرامہ نگار سوفوکلیز (۴۹۶ ق۔م تا ۴۰۶ ق۔م) کا ڈرامہ "ایڈی پس ریکس" ۴۳۰ ق۔م سے ۴۲۶ ق۔م کے دورانیے میں تحریر کیا گیا جسے یونانی المیہ میں اہم مقام حاصل ہے۔ مرکزی کردار ایڈی پس یونان کے شہر تھیبیز (Thebes) کا حکمران ہے اور تھیبیز کو طاعون کی وبا نے آن گھیرا ہے۔ وہ اپنے شہر کے تصفیہ کے لیے دیوتاؤں سے رجوع کرتا ہے تو جواب ملتا ہے کہ یہ تصفیہ اس منحوس شخص کو شہر بدر کرنے پر ہی ممکن ہے جو اپنے باپ کو قتل کرنے کے بعد اپنی ہی ماں کے ساتھ ازدواجی زندگی گزار رہا ہے۔ ایڈی پس اس شخص مذکور کو تلاش کرتا ہے اور ستم ظریفی یہ ہے کہ وہ شخص وہ خود ہی ہے اور اسے بات کی خبر تک نہیں۔ ایڈی پس ایسے رذیل جرم کا ارتکاب کیونکر کرتا ہے اور اسے اپنی ذات کی حقیقت کیسے پتا چلتی ہے، یہی اس ڈرامہ کی کہانی ہے۔ ایڈی پس ریکس بے شک ایک ڈرامہ ہے لیکن ڈراموں کی کہانیاں حقیقت سے جنم لیتی ہیں اور حقیقت کو جنم دیتی بھی ہیں۔ اسی نظریے کے پیشِ نظر ماہرِ نفسیات سگمنڈ فرائیڈ نے ایڈی پس ریکس کے کردار سے "ایڈی پس کمپلیکس" (۱) کی اصطلاح وضع کی۔ گویا ڈرامہ میں جو بات کہانی کے رنگ میں بیان کی گئی ہے، درحقیقت وہ کسی نہ کسی طور انسانی نفسیات کا ایک پہلو بھی ہے۔ احمد عقیل روبی نے اس پیچیدہ المیے کو آسان فہم انداز میں اردو قالب میں ڈھالا ہے جسے پڑھ کر قاری اپنے ارد گرد پنپنے والے مختلف رویوں کی بہتر تفہیم کے قابل ہو سکتا ہے۔ روبی ایک ہمہ جہت لکھاری تھے۔ انہوں نے شعر گوئی، نظم نگاری، ناول نگاری، افسانہ نگاری، ادبِ اطفال، ڈرامہ نگاری، ترجمہ نگاری، خاکہ نگاری، سوانح نگاری، گیت نگاری، تحقیق و تنقید اور فلسفہ کے میدان میں اپنا آپ منوایا۔ "ایڈی پس ریکس" کا ترجمہ انہوں نے جناب ضیا محی الدین کی فرمائش پر کیا۔ یہ ترجمہ "نیشنل اکیڈمی آف پرفارمنگ آرٹ" (ناپا) کراچی میں ڈرامے کی عملی پیشکش کے لیے کروایا گیا تھا۔ ڈرامہ "ایڈی پس

ریکس" دنیا بھر کے تعلیمی اداروں کے ادبی نصاب میں شامل ہونے کے ساتھ ساتھ پاکستان کی مختلف جامعات کے نصاب میں بھی شامل ہے۔ متن و ترجمہ پر بات کرنے سے پہلے ڈرامہ کے کرداروں کا مختصر تعارف پیش ہے:

1۔ایڈی پس ریکس (OEDIPUS) (۲)	2۔جوکاسٹا(JOCASTA) (۳)
3۔کریون(CREON) (۴)	4۔اینٹی گون(ANTIGONE) (۵)
5۔ایزمین(ISMENE) (۶)	6۔پادری(PRIEST) (۷)
7۔ٹیریسیز(TEIRESIAS) (۸)	8۔چرواہا (۹)
9۔پیغام بر / دیگر ملازمین	10۔کورس (Chorus)

ایڈی پس ڈرامے کا مرکزی کردار ہے۔ ڈرامہ کا آغاز تھیبیز کے شاہی محل کے سامنے ہوتا ہے۔ ایڈی پس اپنے محل کے سامنے جمع لوگوں سے استفسار کرتا ہے کہ وہ کیوں چیخ و پکار کر رہے ہیں؟ مجمعے کا نمائندہ ایک بوڑھا پادری ہے۔ ڈرامہ کا ابتدائی منظر باندھنے میں مترجم تذبذب میں نظر آتا ہے اور متن کی سی منظر کشی ترجمہ میں نظر نہیں آتی۔

"The action takes place in Thebes in front of the royal palace. The main doors are directly facing the audience. There arebesidess beside the doors. A crowd of citizens carrying branches decorated with laurel garlands and wool and led by the PRIEST has gathered in front of the altars, with some people sitting on the altar steps. OEDIPUS enters through the palace doors" (10)

ترجمہ میں منظر نگاری یوں کی گئی ہے:

> " تھیبیز شہر کا منظر۔ ایڈی پس کا محل۔ اس کے سامنے زیوس (Zues) کا معبد خانہ ہے جس کے چبوترے پر پادری اور چند نوجوان لڑکے شاخوں کی طرح جھکے ہوئے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں زیتون کی شاخیں اور ہار ہیں۔ ایڈی پس ان کی آہ و زاری اور آوازیں سن کر باہر آتا ہے اور ان سے بڑے سنجیدہ اور اداس لہجے میں مخاطب ہوتا ہے۔" (۱۱)

ترجمہ میں صدر دروازے کے مقام کا ذکر ہی نہیں کیا گیا۔ متن کے مطابق محل کے دروازوں کے ساتھ قربان گاہوں کے سامنے پادری کی سربراہی میں ایک ہجوم موجود ہے، کچھ لوگ قربان گاہوں کی سیڑھیوں پر بیٹھے ہیں۔ ترجمہ میں ان قربان گاہوں کی بجائے ایڈی پس کے محل کے سامنے زیوس کا معبد خانہ ہے جس کے چبوترے پر پادری اور نوجوان شاخوں کی طرح جھکے ہوئے ہیں۔ یہاں ایک تو زیوس کے معبد خانے کا تذکرہ زائد از متن ہے اور پھر معلوم نہیں مترجم نے متن میں موجود نشستی زاویے کو شاخوں کی سی خمیدگی سے کیوں بدل دیا؟ متن کے مطابق نوجونوں کے ہاتھوں میں **laurel** سے بنے ہار ہیں جبکہ مترجم نے **laurel** کو زیتون سے بدل دیا ہے۔ **laurel** ایک

سدا بہار پودا ہے۔ قدیم یونان اور روم میں laurel کا تاج بنا کر فاتح کے سر پر پہنایا جاتا تھا اور اس نسبت سے آج بھی laurel کے لفظ سے تعظیم و تکریم کے مطالب منسوب ہیں (۱۲)۔ تاہم مترجم کا laurel کا زیتون سے تبادلہ قابلِ قبول ہے کیونکہ یونانی اساطیر میں زیتون امن کی علامت ہے اور شاخِ زیتون کو ایک مقدس تحفہ سمجھا جاتا ہے۔ ایڈی پس محل سے باہر آکر ہجوم سے اس آہ و بکا کی وجہ پوچھتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ شہر میں ہر طرف آہ و فغاں اور کرب ناک صداؤں کا راج ہے۔ متن میں ان آوازوں کا تذکرہ ان الفاظ میں ملتا ہے:

while the city fills with incense, chants, and cries of pain (13)

مترجم نے ان الفاظ کا ترجمہ کچھ یوں کیا ہے:

"تمہارا شہر غصے کی بد بو اور دھوئیں سے بھرا ہوا ہے۔۔ تمہاری آہوں اور حمد کی صداؤں سے ساری فضا گونج رہی ہے" (۱۴)

یہاں ترجمہ کے الفاظ سے تعفن کا بھرپور احساس ابھر رہا ہے تاہم متن میں موجود غم و غصہ کی کیفیت اور ترجمہ میں موجود غصے کے بیان کا انداز مختلف ہے۔ جب انسان اپنی حالت بدلنے پر قدرت نہیں رکھتا تو اکثر غصہ اس کے مزاج میں در آتا ہے اور متن میں ایسی ہی کیفیت کا اظہار کیا گیا ہے کیونکہ تھیبیز کے لوگ لاچار اور مجبور ہیں اور اپنی ناگفتہ بہ حالت نہیں بدل سکتے۔ لیکن ترجمہ کے انداز سے لگتا ہے کہ یہاں تھیبیز کے لوگ قدرت کی بجائے کسی دیکھی بھالی ہستی سے اس قدر متنفر ہیں کہ ان کے تنفر اور غصے نے سارے شہر کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ پھر دھوئیں کے مستزاد تاثر نے اس احساس کو مزید پختہ کر دیا ہے۔ ترجمہ میں **cries of pain** کو ایک آہ سے تعبیر کیا گیا ہے جس سے متن کے مفہوم کی ترسیل بہر حال ہو رہی ہے تاہم درد بھری صدا کی عکاسی اس سے بہتر طور بھی ہو سکتی ہے۔ **chants** کے لیے ترجمہ میں حمد کا لفظ مستعمل ہے جو متن کی تائید نہیں کرتا کیونکہ متن میں نوائے الم و صدائے رنج و غم کی گونج سنائی دے رہی ہے اس لیے یہاں **chants** کو کسی غمزدہ کا نوحہ تو قرار دیا جا سکتا ہے، حمد کی کیفیت البتہ موجود نہیں۔ عام طور پر **chants** سے مراد حمد ہی لی جاتی ہے لیکن متن کے تناظر میں دیکھیں تو شہر میں آہ و فغاں نے ڈیرے ڈال رکھے ہیں، لوگوں کے سینے غم و غصے سے بھرے ہیں۔ ایسے میں عام طور پر لوگ اپنے معبود سے شکوہ کناں ہوتے ہیں سو حمد کی کوئی صدا متن کے تناظر میں سنائی نہیں دیتی۔ ایڈی پس کے نزدیک یہ فعل نامناسب ہے کہ وہ اپنے شہریوں کی تکالیف کسی اور حوالے سے معلوم کرے سو وہ خود شہریوں کے پاس جاتا ہے اور بوڑھے پادری کو ان کا نمائندہ مان کر اس سے تمام صورت حال دریافت کرتا ہے:

Children, it would not be appropriate for me to learn of this from any other source, so I have come in person—I, Oedipus, whose fame all men acknowledge. But you there, old man, tell me—you seem to be the one who ought to speak for those assembled here. What feeling brings you to me—fear or desire? You can be confident that I will help. I shall assist you willingly in every way. I would be a hard-hearted man indeed if I did not pity suppliants like these. (15)

"میں آہوں کو گننے سے لاچار ہوں۔ اور میں عظیم ایڈی پس تمہارے پاس آیا ہوں۔

اے عظیم پرانی نسل کے لوگو!

تمہیں بولنے کا حق حاصل ہے۔ تم خوف زدہ اور اداس کیوں کھڑے ہو؟

اپنا مددگار جان کر مجھ سے بات کرو، کوئی شرم محسوس نہ کرو۔

تمہیں اس حالت میں دیکھ کر میں خود پریشان ہو گیا ہوں۔" (۱۶)

متن میں آہ شماری کی بات ہی نہیں ہو رہی بلکہ ایڈی پس تو اپنے مقام سے قطع نظر عوام سے براہِ راست بات کرنا چاہتا ہے۔ پھر **old man** کے مقابل " اے عظیم پرانی نسل کے لوگو!" کا تخاطب بالکل لغو ہے کیونکہ ایڈی پس کا مخاطب بوڑھا پادری ہے نہ کہ کوئی پرانی نسل۔ متن میں پریشان حال لوگوں کے لیے بالخصوص **suppliants** کا لفظ مستعمل ہے لیکن ترجمہ میں اس لفظ کا مذکور نہیں۔ ترجمہ میں متن کا موضوع تو جگہ پا رہا ہے لیکن جزئیات پر توجہ نہیں کی گئی۔ پادری اپنی شناخت کرواتے ہوئے کہتا ہے:

for I'm priest of Zeus۔ (17)

لیکن ترجمہ میں اس کے مقابل یہ الفاظ درج ہیں:

"میں اپالو کا پادری ہوں" (۱۸)

مترجم کے لیے لازم تھا کہ وہ زیوس اور اپالو میں فرق روا رکھے کیونکہ دونوں دیوتا الگ الگ اہمیت کے حامل ہیں۔ پادری کہتا ہے کہ دیوتا کے منتخب جوان ایڈی پس کی خدمت میں عرض گزار ہیں جبکہ دیوتا کے باقی نیاز مند شہر کے بازاروں میں نیاز کے ہار تھامے اپنی مصیبت پر ماتم کناں ہیں۔ متن میں واضح طور پر بازاروں کے علاوہ شہر کے اس مقام کا ذکر ہے جہاں ہجوم محوِ تمنا ہے:

The other groups sit in the market place with suppliant sticks or else in front of Pallas' two shrines, or where Ismenus prophesies with fire (19)

مترجم نے بازاروں کے ساتھ ساتھ دیگر مقاماتِ آہ و فغاں کی نشاندہی ان الفاظ میں کی ہے:

"کچھ لوگ ہاتھوں میں ہار لے کر شہر کے چوراہے پر رو رہے ہیں۔ کچھ خانقاہوں اور قبروں پر آہ و زاری کر رہے ہیں" (۲۰)

اب یہاں خانقاہوں اور قبروں پر آہ و زاری کا منظر اگرچہ شہر کی نوحہ زنی کی خوب توضیح کر رہا ہے لیکن **'Pallas** کے مزاروں کا تذکرہ حذف ہو جانے کی وجہ سے متن کا سا منظر ترجمہ میں سامنے نہیں آتا۔ یونانی اساطیر کے مطابق **Pallas** دراصل **Athena** دیوی کا دوسرا نام ہے اور اسے **Pallas Athena** بھی کہا جاتا ہے۔ ایک یونانی روایت کے مطابق زیوس نے جنت سے **Pallas Athena** کے لکڑی سے بنے ہوئے مجسمے کو شہر ٹرائے میں اس نیت سے اتارا تھا کہ وہ شہر تباہی سے محفوظ رہ سکے۔ اسی نسبت سے یونان میں شہروں کی حفاظت کے لیے اس مجسمے کی تنصیب کی جاتی تھی (۲۱)۔ یونانی اساطیر میں یہ روایت بھی ہے کہ **Pallas** اور **Athena** باہم محبت کرنے والی رضاعی بہنیں تھیں۔ ایک کھیل کے دوران **Pallas** کی موت واقع ہو گئی جس پر **Athena** نے **Pallas** کے نام کا ایک مزار بنایا اور

منت مانی کہ **Pallas** کا نام ہمیشہ زندہ رہے۔ اس نے اپنے نام سے پہلے **Pallas** کا نام لگا کر خود کو **Pallas Athena** بنا لیا (۲۲)۔ متن میں **Pallas** کے دو مزاروں کا ذکر ہے، امکان ہے کہ ایک مزار خود **Pallas Athena** کی ذات سے منسوب ہے جس میں اس کا لکڑی کا مجسمہ نصب ہے جبکہ دوسرا مزار وہ ہے جو **Athena** نے **Pallas** کی یاد میں بنایا ہے۔ تاہم متن کے پاورقی حوالہ میں صرف اتنی ہی تفصیل درج ہے کہ **Pallas' two shrines** سے مراد تھیبیز میں موجود **Pallas** کے دو مزار ہیں۔۔ پھر متن میں شہریوں کی آہ و زاری کے ایک مقام کو **where Ismenus prophesies with fire** سے ظاہر کیا گیا ہے جس سے مراد **Apollo Ismenios** کے مندر کا آتش کدہ ہے جہاں دیوتا کی پیشن گوئیوں کے مطابق نذرانوں کو نذرِ آتش کیا جاتا تھا(۲۳)۔ یونانی اساطیر کے مطابق **Apollo** کی **Melia** نامی جل پری سے دو اولادیں تھیں جن میں سے ایک کا نام **Ismenus** تھا(۲۴)۔ ترجمہ میں ان دونوں مقامات کا ذکر نہیں کیا گیا بلکہ انہیں ترجمہ کی مقامی تہذیب کے رنگ میں رنگ دیا گیا ہے اور خانقاہوں اور قبرستانوں کی پر الم فضا کی منظر کشی کی گئی ہے جو شہریوں کی آہ و بکا کو اگرچہ قاری کی سماعت تک پہنچانے میں معاون ہے تاہم قاری کی چشم تصور یونان کی ان مخصوص عبادت گاہوں میں روتے کرلاتے مجمع کے بین کو دیکھنے سے قاصر رہ جاتی ہے۔ پادری شہر کی حالت کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے:

For our city, as you yourself can see, is badly shaken—she cannot raise her head above the depths of so much surging death. Disease infects fruit blossoms in our land, disease infects our herds of grazing cattle, makes women in labour lose their children. And deadly pestilence, that fiery god, swoops down to blast the city, emptying the House of Cadmus, and fills black Hades with groans and howls (25)

مترجم نے درج بالا متن کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے:

"ہمارا شہر ایک شدید طوفان سے دوچار ہے۔ شہر پر آسیب کا سایہ ہے۔ جو گھر آباد تھے، اجڑ گئے ہیں۔ موت کا سایہ بڑھتا جا رہا ہے۔" (۲۶)

یہاں متن کے مطابق شہر کی گردن بڑھتی ہوئی اموات کے پاتال تک جھکی ہوئی ہے لیکن ترجمہ میں شہر کی تباہی کی تجسیم متن کی مثل نظر نہیں آتی۔ مویشی بیمار ہیں۔ بچے جنم لینے سے پہلے مر جاتے ہیں۔ مترجم نے نہ تو بیمار مویشیوں کی تکلیف اور نہ ہی آباد سے برباد ہوتی ممتا کے تصور کو ترجمہ میں شامل کیا ہے۔ درج ذیل الفاظ ترجمہ میں شامل ہی نہیں۔

And deadly pestilence, that fiery god, swoops down to blast the city, emptying the House of Cadmus, and fills black Hades with groans and howls.(27)

ان الفاظ کو بھی شہر کی مجموعی تباہی کی ذیل میں ہی برت لیا گیا ہے۔ متن میں موت کی ہمزاد بیماری کو ایک آگ لگانے والے دیوتا سے تشبیہ دی گئی ہے جس نے شہر کو آتشیں دھماکوں کی زد پہ رکھ لیا ہے۔ ترجمہ میں اس کا مذکور نہیں۔ پھر متن میں **House of Cadmus** یعنی تھیبیز کے انخلا کا ذکر کیا گیا ہے اور ساتھ ہی اس بیماری کو عالمِ برزخ میں بلند ہوتی آہوں اور نالوں کی وجہ قرار دیا گیا ہے لیکن ترجمہ میں یہ دونوں باتیں بھی گول کر دی گئی ہیں۔۔ اس کے بعد پادری ایڈی پس کے حضور حاضری کی وجہ بتاتا ہے:

These children and myself now sit here by your home, not because we think you're equal to the gods. No. We judge you the first of men in what happens in this life and in our interactions with the gods (28)

مترجم نے متن کے درج بالا حصے کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے:

"میں اور یہ بچے جو شاخوں کی طرح خمیدہ ہیں۔

زندگی کے اس بدلتے ہوئے منظر میں تجھے انسانوں میں سب سے عظیم مانتے ہیں۔

آسمان سے ہم کلام ہونے میں تجھے اعلیٰ اور افضل سمجھتے ہیں۔" (۲۹)

یہاں بھی متن کی عین لفاظی تو ترجمہ میں موجود نہیں تاہم متن کے مناسبات کو ترجمہ میں بخوبی برتا گیا ہے۔ پادری اور بچوں کی خمیدگی عاریتاً بیان کی گئی ہے کیونکہ وہ ایڈی پس کے محل میں سوگ سے خمیدہ بیٹھے ہیں۔ وہ ایڈی پس کو خدا تو نہیں مانتے البتہ اسے اپنا واحد نجات دہندہ ضرور سمجھتے ہیں جو ان کے خدا اور ان کے مابین ایک واسطے کا کام کرتا ہے۔ مترجم نے اس خیال کو اگرچہ آزادانہ انداز میں قلمبند کیا ہے تاہم متن کی تشریح بخوبی ہو رہی ہے۔۔ پادری ایڈی پس سے کہتا ہے کہ اس نے ایک بار پہلے بھی اس شہر کو **cruel singer** کی جانب سے مسلط کیے جانے والے عذاب سے نجات دلائی تھی۔ اس ذیل میں درج ذیل متن:

For you came here, to our Cadmeian city, and freed us from the tribute we were paying to that cruel singer(30)

کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

"تو نے ایک بار پہلے بھی آ کر Cadmus کے نام پر آباد شہر کو موت کے منہ سے بچایا تھا۔"(۳۱)

اب ترجمہ میں اس خراج کا ذکر ہی نہیں ہے جو **cruel singer** نے شہریوں سے وصول کیا ہے۔ متن ہی کے پاورقی حوالے میں **Sphinx** نامی ایک بد وضع وجود کا ذکر ملتا ہے جس کا جسم شیر کا سا تھا، پر بھی تھے اور جس کا سر اور اگلا دھڑ عورت کا تھا۔ بادشاہ **Laius** کی وفات کے بعد **Sphinx** نے شہر والوں پر بہت آفت ڈھائی۔ کسی بھی شہری کو شہر میں آنے یا جانے کی اجازت اس وقت تک نہ ہوتی تھی جب تک کہ وہ ایک مخصوص پہیلی کا جواب نہ دے دے۔ ہر ایک سے پوچھا جاتا تھا کہ وہ کون سے شے ہے جو دن کے وقت چار ٹانگوں پر، دوپہر میں دو ٹانگوں پر اور شام میں تین ٹانگوں پر چلتی ہے؟ لوگ جواب نہ دے پاتے اور **Sphinx** انہیں کھا لیتا تھا۔ ایڈی پس نے اس پہیلی کا درست جواب دیا کہ وہ شے انسان ہے اور یوں شہر کو مزید تباہ کاریوں سے بچا لیا۔ درست جواب ملتے ہی **Sphinx** نے خودکشی کر لی (۳۲)۔ ترجمہ میں اس حوالے سے کوئی اشارہ نہیں ملتا بلکہ مترجم اس تذکرے سے قطعی طور پر صرفِ نظر کر کے آگے بڑھ جاتا ہے۔۔ پادری ایڈی پس کی ماضی کی خدمات کا معترف ہے اور حال میں ایڈی پس سے مدد کا طالب ہے:

no more than we did and had not been taught. In their – —and yet you knew
So now, -how, with gods' help, you gave us back our lives stories, the people testify
Oedipus, our king, most powerful in all men's eyes, we're here as suppliants, all begging

you to find some help for us, either by listening to a heavenly voice, or learning from For, in my view, men of experience provide advice which gives some other human being. the best results. So now, you best of men, raise up our state. Act to consolidate your fame, for now, thanks to your eagerness in earlier days, the city celebrates you as its saviour. Don't let our memory of your ruling here declare that we were first set right again, and later fell. No. Restore our city, so that it stands secure. In those times past you brought us joy—and with good omens, too. Be that same man today. If you're to rule as you are doing now, it's better to be king in a land of men than in a desert. An empty ship or city wall is nothing if no men share your life together there (33)

مترجم نے اتنے توضیحی بیان کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے:

تیری گذشتہ خدمات کے مد نظر یہ شہر تجھے پھر بلا رہا ہے۔
جن آدمیوں کو تو نے کمال بخشا تھا وہ زوال پذیر ہو گئے
جو زندہ تھے وہ مر گئے
یہ دھرتی جہاں ہم رہ رہے ہیں تباہ ہو رہی ہے۔
اور جیسا تو چاہتا ہے
زندہ انسانوں پر حکومت کرنا مردہ لوگوں پر حکومت کرنے سے کہیں بہتر ہے۔ (۳۴)

اب یہاں ترجمہ کی مالا کی تسمیط کے دوران متن کے خیال کے کئی موتی مترجم کے ہاتھ سے گم ہو گئے ہیں۔ بوڑھا پادری ماضی کی روایات کی روشنی میں ملتمس ہے کہ ایڈی پس صدائے غیب سے مدد مانگ کر یا پھر اکابرین کی نصائح کے مطابق شہر کی مصیبت دور کرے۔ وہ ایڈی پس کا ممنون ہے جو ماضی میں شہر کا نجات دہندہ ٹھہرا۔ وہ ایڈی پس سے ملتمس ہے کہ برباد سے آباد شہر کو دوبارہ برباد نہ ہونے دے، پھر سے بہادر بن جائے اور اس صحرا صورت شہر پر حکمرانی کی بجائے ایک انسان آباد شہر پر حکومت کرے۔ ترجمہ میں ان خیالات کو انتہائی ناقص انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ کئی خیالات محذوف ہیں اور متن کی غلط تعبیرات بھی واضح ہیں مثلاً: "جن آدمیوں کو تو نے کمال بخشا تھا وہ زوال پذیر ہو گئے، جو زندہ تھے وہ مر گئے"۔۔سے معلوم نہیں مترجم کا اشارہ کس جانب ہے۔ ماضی کے فوت شدگان کا مذکور بے محل ہے۔ ساتھ ہی وہ کون لوگ ہیں جنہیں کمال سے زوال کا سفر کرنا پڑا، کچھ معلوم نہیں۔ پھر متن کی آخری سطر **An empty ship or city wall is nothing if no men share your life together there** تو بجائے خود ایک کامل موضوع ہے جسے ترجمہ میں کسی بھی زاویے سے شامل نہیں کیا گیا۔ پادری کے طویل مکالمے کے جواب میں ایڈی پس کہتا ہے:

My poor children, I know why you have come— I am not ignorant of what you yearn for. For I well know that you are ill, and yet, sick as you are, there is not one of you whose illness equals mine. Your agony comes to each one of you as his alone, a special pain for him and no one else. But the soul inside me sorrows for myself, and for the city, and for you—all together. You are not rousing me from a deep sleep. You must know

I’ve been shedding many tears and, in my wandering thoughts, exploring many pathways. After a careful search I followed up the one thing I could find and acted on it. So I have sent away my brother-in-law, son of Menoeceus, Creon, to Pythian Apollo’s shrine, to learn from him what I might do or say to save our city. But when I count the days— the time he’s been away—I now worry what he’s doing. For he’s been gone too long, well past the time he should have taken. But when he comes, I’ll be a wicked man if I do not act on all the god reveals.(35)

مترجم نے اس مکالمے کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے:

> "میرے روتے اور کراہتے بچو! مجھے پتہ ہے کہ تم پلیگ اور وبا سے تباہ ہو رہے ہو۔ میں جانتا ہوں ہر آدمی اپنے دکھ پر رو رہا ہے اور میں اس دھرتی کے دکھ پر رو رہا ہوں۔ میں تمہارے لیے اشک بار ہوں لیکن میں روتے ہوئے بھی دھرتی کی بھلائی اور اسے بچانے کی کوئی راہ تلاش کر رہا ہوں۔ میں نے اپنی بیوی Jocasta کے بھائی اور اپنے سالے Creon کو Pythian بھیجا ہے تا کہ کوئی عمل اور اشلوک لائے جو اس دھرتی کو بچانے میں مددگار ثابت ہو۔ دیکھیں دیوتا کیا کہتے ہیں۔"(۳۶)

متن میں دخیل کئی کیفیات کو ترجمہ میں پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ مثلاً ایڈی پس کا کہنا ہے کہ کسی کا دکھ ایڈی پس کے دکھ کے برابر نہیں کیونکہ شہریوں کو صرف شہر کی تباہی کا دکھ ہے جبکہ ایڈی پس کو تین دکھ ہیں، ایک دکھ شہریوں کی بیماری کا، دوسرا دکھ شہر کی تباہی کا اور تیسرا دکھ خود اس کی اپنی ذات کا دکھ ہے۔ اب ترجمہ میں **sorrows for myself** کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ ایڈی پس کا کہنا ہے کہ وہ خود اپنے بہتے آنسوؤں اور بھٹکتی سوچوں کے ساتھ بھلے کی راہوں کا متلاشی ہے۔ ترجمہ میں ایڈی پس کی تلاش کے اس سفر کا بھی ذکر نہیں کیا گیا۔ پھر متن میں کریون کی نسبت اس کے باپ کے نام **Menoeceus** سے ظاہر کی گئی ہے۔ ترجمہ میں اس نسبت کو ایڈی پس کی بیوی جوکاسٹا سے ظاہر کیا گیا ہے حالانکہ بہن سے نسبت باپ سے نسبت کے مساوی نہیں۔۔ ایڈی پس نے کریون کے ہاتھوں دیوتا سے وہ وظائف منگوائے ہیں جن کو پڑھ کر شہر کی تکلیف دور ہو سکے۔ مترجم نے ان وظائف کے لیے محض وظیفوں کی بجائے ترجمہ کی تہذیب سے "اشلوک" کا مقامی لفظ منتخب کیا ہے تاہم اس ایک لفظ نے دیوتا کے ان تمام لفظوں کو اپنے دامن میں بخوبی سمیٹ لیا ہے جن کا وظیفہ کرب اور آزار سے نجات کا باعث ہے۔۔ ایڈی پس خاصی دیر بعد بھی کریون کے واپس نہ آنے پر از حد متفکر ہے لیکن ترجمہ میں اس تفکر کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی۔ مترجم نے ترجمہ میں متن کے کئی اہم خیالات سے اغماض برتا ہے جس کی وجہ سے متن کی آدھی ادھوری تصویر ہی قاری تک پہنچ پاتی ہے۔۔ پادری ایڈی پس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اسے کریون کی آمد کی اطلاع دیتا ہے۔ ایڈی پاس اپالو دیوتا سے دعا کرتا ہے کہ کریون کوئی اچھی خبر ہی لائے۔ اسے دعا گو دیکھ کر پادری کہتا ہے:

It seems the news he brings is good—if not, he would not wear that wreath around his head, a laurel thickly packed with berries.(37)

اس مکالمے کا ترجمہ کچھ یوں کیا گیا ہے:

"کریون کے چہرے سے خوشی کے جذبات نمایاں ہیں۔ امید ہے وہ ضرور کوئی اچھی خبر لایا ہو گا۔" (۳۸)

یہاں مترجم نے کریون کے سر پر موجود **laurel** اور **berries** سے بنے ہوئے تاج کا تذکرہ گول کر دیا ہے۔ متن ہی کے پاورقی حوالہ کے مطابق اگر اپالو دیوتا کے مزار سے کوئی اچھی خبر کے ساتھ لوٹایا جاتا تو یہ تاج کامیابی کی علامت کے طور پر اسے پہنایا جاتا تھا(۳۹)۔ مترجم نے اس علامت کو چہرے کے تاثرات سے بدل دیا ہے۔ پادری کے جواب میں ایڈی پس کے درج ذیل مکالمہ:

We'll know soon enough—he's within earshot. My royal kinsman, child of enoeceus, what message from the god do you bring us?(40)

کو ترجمہ میں شامل کیے بغیر کریون کا مکالمہ شروع کر دیا گیا ہے۔ کریون کے مطابق دیوتا کی تعمیل ہی مسائل کا حل ہے۔ کریون کی غیر واضح گفتگو پر ایڈی پس اسے کھل کر سب کے سامنے کلام کرنے کو کہتا ہے۔ اس پر کریون کہتا ہے:

Then let me report what I heard from the god. Lord Phoebus clearly orders us to drive away the polluting stain this land has harboured— which will not be healed if we keep nursing it.(41)

جس کا ترجمہ مترجم نے ان الفاظ میں کیا ہے:

"میں وہی بات کر رہا ہوں جو دیوتاؤں نے مجھ سے کہی ہے۔ دیوتاؤں نے ہمیں ایک وبا میں مبتلا کر دیا ہے جسے ہم زیادہ دیر برداشت نہیں کر سکتے" (۴۲)

یہاں متن میں واضح طور پر شہر کو اس آلودگی سے پاک کرنے کی بات کی جا رہی ہے جو اس شہر میں کہیں چھپی ہوئی ہے یعنی کسی رذیل شخص کی جانب اشارہ ہے اور اس وقت تک اس شہر کے مصائب ختم نہ ہوں گے جب تک کہ اس بدروح کی پرورش جاری رہے گی۔ ترجمہ میں اس خیال کے برعکس وبا کی ابتلاء کو دیوتاؤں کے کھاتے میں ڈال دیا گیا ہے۔۔ ایڈی پس کریون سے اس مصیبت سے چھٹکارا پانے کی راہ طلب کرتا ہے اور پوچھتا ہے کہ اس کا کیا تاوان بھگتنا پڑ سکتا ہے؟ کریون اس کے جواب میں کہتا ہے:

By banishment—or atone for murder by shedding blood again. This blood brings on the storm which blasts our state(43)

اس مکالمے کا ترجمہ کچھ یوں ہے:

"اس شخص کو جلاوطن کر دیا جائے۔ یا اسے مار دیا جائے۔ یا اس سے خون کا قصاص لیا جائے جس نے Laius بادشاہ کو قتل کیا ہے اور ہمیں اس وبا میں مبتلا کر دیا ہے۔ (۴۴)

یہاں متن میں اس خون ریزی کی جانب اشارہ ہے جو مذکورہ مذموم شخص کی قتل و غارت کے نتیجے میں متوقع ہے جبکہ ترجمہ میں اسے **Laius** بادشاہ کے قاتل کے طور پر بے نقاب کیا گیا ہے حالانکہ متن میں اس کا تذکرہ اگلے مکالموں میں ملتا ہے۔۔ مذکورہ رذیل شخص کی

بابت استفسار پر ایڈی پس کو معلوم ہوتا ہے کہ اس سے قبل Laius اس تخت کا حکمران تھا جسے قتل کر دیا گیا تھا اور اب دیوتاؤں کا واضح حکم ہے کہ اس کے قاتل کو مار دیا جائے خواہ وہ کوئی بھی (عالی منصب) ہو۔ اس کے بعد مکالموں کے ایک طویل سلسلے کو ترجمہ میں شامل ہی نہیں کیا گیا جن سے Laius کے قتل کی تفصیل پتہ چلتی ہے:

OEDIPUS: And where are they? In what country? Where am I to find a trace of this ancient crime? It will be hard to track.

CREON: Here in Thebes, so said the god. What is sought is found, but what is overlooked escapes.

OEDIPUS: When Laius fell in bloody death, where was he— at home, or in his fields, or in another land?

CREON: He was abroad, on his way to Delphi— that's what he told us. He began the trip, but did not return.

OEDIPUS: Was there no messenger— no companion who made the journey with him and witnessed what took place—a person who might provide some knowledge men could use?

CREON: They all died—except for one who was afraid and ran away. There was only one thing he could inform us of with confidence about the things he saw.

OEDIPUS: What was that? We might get somewhere if we had one fact— we could find many things, if we possessed some slender hope to get us going.

CREON:He told us it was robbers who attacked them— not just a single man, a gang of them— they came on with force and killed him.

OEDIPUS: How would a thief have dared to do this, unless he had financial help from Thebes?

CREON: That's what we guessed. But once Laius was dead we were in trouble, so no one sought revenge.(45)

درج بالا مکالمے میں ایڈی پس اور کریون قاتل اور ابھی تک اس کے گرفت میں نہ آنے کی بابت گفتگو کرتے ہیں لیکن ترجمہ میں اس ساری گفتگو کو شامل نہیں کیا گیا اور اس کے بعد ایڈی پس کے درج ذیل مکالمہ سے سلسلے کو آگے بڑھایا گیا ہے:

When the ruling king had fallen in this way, what bad trouble blocked your path, preventing you from looking into it?(46)

مترجم نے اس کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے:

"تو پھر بادشاہ کے قاتل کو ڈھونڈنے میں تم نے تاخیر کیوں کی۔ قاتل کو تلاش کیوں نہیں کیا؟" (۴۷)

اب یہاں متن کے پچھلے تناظر میں ایڈی پس اس مصیبت کے بارے میں پوچھ رہا ہے جس نے بادشاہ کے قاتل کی کھوج کا معاملہ التوا میں ڈال دیا تھا۔ لیکن ترجمہ میں چونکہ پچھلا متن موجود ہی نہیں سو ایڈی پس کے استفسار میں عمومی انداز نمایاں ہے۔ ایڈی پس کے جواب میں کریون کہتا ہے کہ Sphinx نامی بلا نے اپنے پر اسرار گیتوں میں انہیں الجھائے رکھا اور قاتل کی طرف انہیں متوجہ ہی نہیں ہونے

دیا۔ ایڈی پس قاتل کو ختم کرنے کا عہد کرتا ہے کیونکہ **Laius** کا قاتل ایڈی پس کو بھی مار سکتا ہے۔ بوڑھا پادری ایڈی پس کے لیے دعا کرتا ہوا ہجوم کے ہمراہ محل سے چلا جاتا ہے جبکہ ایڈی پس اور کریون محل کے اندر چلے جاتے ہیں۔ متن کے اس حصہ کے ترجمہ میں تھوڑی تخفیف کے ساتھ متن کے مقصود کو سہل انداز میں قاری تک پہنچایا گیا ہے۔۔ اس کے بعد گلوکاروں کا طائفہ (**Chorus**) نمودار ہوتا ہے۔ کورس کا گیت دیوتا کے ان فرامین کو مدِ نظر رکھ کر شروع کیا جاتا ہے جو شہر کی حفاظت کے لیے جاری کیے گئے۔ دیوتا کے یہ فرامین اگرچہ اقوالِ زریں ہیں لیکن صداکاروں کا دل خوفزدہ ہے کہ نہ جانے اس بار شہر کی حفاظت کا کیا خراج وصول کیا جائے۔ ترجمہ میں اس خیال کو قدرے آزاد انداز میں پیش کیا گیا ہے تاہم متن کے مفہوم کا ابلاغ ہو رہا ہے۔ گیت کے ایک حصے میں دیوتاؤں سے نیاز مندی کا اظہار کرتے ہوئے انہیں مدد کے لیے پکارا جا رہا ہے:

Immortal voice, O child of golden Hope, speak to me!
First I call on you, Athena the immortal, daughter of Zeus,
and on your sister, too, Artemis, who guards our land and sits on her glorious round throne in our market place, and on Phoebus, who shoots from far away.
O you three guardians against death, appear to me!
If before now you have ever driven off a fiery plague to keep away disaster from the city and have banished it, then come to us this time as well!(48)

گیت کے اس حصے کا ترجمہ ان الفاظ میں ملتا ہے:

اے لافانی آواز! اے امید کے دیوتا! بس مجھے یہ بتا دے۔
اے اتھینا (Athena)، اے آرٹیمس (Artemis)، اے فوبس (Phoebus)
ہماری مدد کے لیے آؤ، جو مصیبتیں ہم پر نازل ہو چکی ہیں جو مصیبتیں ہم پر نازل ہونے والی ہیں
ان سے ہمیں چھٹکارا دلاؤ، ہمیں آفات سے بچاؤ، ہماری مصیبتوں کا کوئی انت نہیں
امید کے جہازوں کے سب مستول ٹوٹ چکے ہیں۔ (۴۹)

ترجمہ میں دیوی دیوتاؤں سے تخاطب کا وہ انداز نہیں ملتا جو متن کا خاصا ہے۔ مثلاً **O child of golden Hope** کے الفاظ ایک لافانی آواز کو سنہری یعنی خوش کن امید کی کرن قرار دیتے ہیں گویا امید سورج کی طرح روشن ہے اور اس کی ایک کرن آواز کا روپ دھار کر گیت میں ڈھل جاتی ہے۔ ترجمہ میں ان الفاظ کو سیدھا سیدھا امید کے دیوتا سے تعبیر کیا گیا ہے جس سے متن کا مفہوم تو قاری تک پہنچ جاتا ہے لیکن خیال کی نزاکت متن میں ہی رہ جاتی ہے۔ پھر متن میں جس طرح اتھینا، آرٹیمس اور فوبس کو ان کی صفات سمیت مخاطب کیا گیا ہے اس سے ان کی توصیف ہی مقصود نہیں بلکہ اس میں متکلم کی طرف سے ایک اصرار شامل ہے کہ وہ ان تمام صفات کے وسیلے سے اپنی مصائب سے خلاصی کا سائل ہے۔ گیت میں ان تینوں دیویوں کو بصد اپنائیت پکارا جا رہا ہے جو شہر کو موت کے عفریت سے بچا سکتی ہیں۔ ترجمہ میں ان کی صفات اور گلوکاروں کی ان سے وابستگی کو جگہ نہیں دی گئی اس لیے دیوی اور پجاری کے درمیان اپنائیت کا وہ رشتہ قاری

تک نہیں پہنچتا جو متن میں سامنے آتا ہے۔ متن کی آخری تین سطور کے مفہوم کو آزاد انداز میں قلمبند کیا گیا ہے جس سے متن کا مقصود واضح ہو جاتا ہے۔ ترجمہ کی آخری سطر "امید کے جہازوں کے سب مستول ٹوٹ چکے ہیں" متن کی لفظی عکاسی کی بجائے معنوی عکاسی کی مظہر ہے اور مترجم نے یہاں یہ ایک اضافی خیال اس قدر خوبی سے پیش کیا ہے کہ شہر و اہلیانِ شہر کی ناگفتہ بہ حالت کا بیان اسی ایک سطر میں کامل ملتا ہے۔۔ شہر کی زندگی عذاب بن چکی ہے اور فرار کی کوئی راہ نظر نہیں آتی۔ مایوسی اور ناامیدی نے ہر طرف ڈیرے ڈال رکھے ہیں۔ اب تو یہ حال ہے کہ:

Now the offspring of our splendid earth no longer grow, nor do our women crying out in labour get their relief from a living new-born child. As you can see—one by one they swoop away, off to the shores of the evening god, like birds faster than fire which no one can resist.(50)

ترجمہ میں اس خیال کی پیشکش قاری کو اسی درد سے آشنا کرتی ہے جس سے اس وقت تباہ کن شہر کے باسی دوچار ہیں:

"اس دھرتی کی زمین سے کوئی پھل نہیں نکلتا
کوئی بچہ جنم نہیں لیتا
کوئی عورت دردِ زہ میں مبتلا نہیں ہوتی
زندگی پرندوں کے پروں کی طرح پھڑ پھڑاتی
آگ کی طرح پھیلتی
مغرب کی سرحدوں (موت کی وادی) کی طرف بڑھ رہی ہے۔" (۵۱)

ترجمہ میں متن کی بعینہٖ پیروی تو نہیں کی گئی، متن کا خیال البتہ واضح ہے۔ **shores of the evening god** کے مقابل مغرب کی سرحدوں کا ذکر بھی خوب ہے کہ جہاں شہر کی زندگی سورج کے زیر سایہ ایامِ پُر اکرام گزارنے کے بعد اب سورج کے ساتھ ہی اپنی شام کی طرف رواں ہے۔ مترجم نے جاذب الفاظ و دلکش انداز میں گیت کے اس حصے کی عکاسی اس طرح کی ہے کہ متن و ترجمہ کی کیفیات قاری کی ذاتی کیفیات معلوم ہونے لگتی ہیں اور قاری کے ہاں بھی وہی درد جنم لینے لگتا ہے جو اجڑتے شہر کے باسیوں کا درد ہے۔ شہر اجڑ رہا ہے، لوگ مر رہے ہیں، لاشیں بکھری ہوئی ہیں، ہر طرف تعفن ہے، گھٹن ہے، مایوسی ہے، آہ و زاری ہے۔ نوجوان اور بوڑھی عورتیں گھروں سے باہر دہلیز پکڑے شہر کی تباہی پر نوحہ کناں ہیں۔ خواتین کی اس نوحہ زنی کے الفاظ ہیں:

while youthful wives and grey-haired mothers on the altar steps wail everywhere and cry in supplication, seeking to relieve their agonizing pain. Their solemn chants ring out— they mingle with the voices of lament.(52)

مترجم نے متن کے اس حصے کا صرف اتنا ہی ترجمہ کیا ہے:

"نوجوان دوشیزائیں اور بوڑھی عورتیں تباہی پر نوحہ کناں ہیں" (۵۳)

یہاں ترجمہ میں خواتین کے نوحوں کے وہ صوتی تاثرات نہیں ملتے جن کا تذکرہ متن میں کیا گیا ہے۔۔ تمام لوگ دیوی سے ملتمس ہیں کہ وہ انہیں اس آزار سے نجات دلائے۔ ترجمہ میں گیت کے اس حصہ تک کے خیالات قدرے تخفیف کے ساتھ لیکن موزوں انداز میں پیش کیے گئے ہیں۔ گیت کا سلسلہ آگے بڑھتا ہے اور گلوکاروں کی آواز بلند ہوتی ہے:

And that ravenous Ares, god of killing, who now consumes me as he charges on with no bronze shield but howling battle cries,
Let him turn his back and quickly leave this land,
with a fair following wind to carry him to the great chambers of Amphitrite or inhospitable waves of Thrace.
For if destruction does not come at night,
then day arrives to see it does its work.(54)

گیت کے اس حصے کا ترجمہ کچھ یوں ہے:

"ہماری جنگ ڈھالوں اور تلواروں سے نہیں، جنگ کے دیوتا سے ہے
دکھی انسانوں کی چیخیں جس کے کانوں میں گونج رہی ہیں
ایک ایسے دیوتا سے ہماری جنگ ہے جس نے ہمیں جلا کر راکھ کر دیا ہے۔
اے دیوتا! ہمیں جنگ کے دیوتا کے قہر اور عذاب سے بچا لے
اور اسے مجبور کر دے کہ وہ ہماری دھرتی چھوڑ کر چلا جائے
اسے اس سمندر کی طرف دھکیل دے جہاں رات کو بھاگا ہوا دن کی گرفت میں آجاتا ہے۔" (۵۵)

یہاں متن کے ظاہری خدوخال تو ترجمہ میں نظر آتے ہیں لیکن درون متن کچھ خاص احساسات ہیں جو بالخصوص کسی گیت کا حصہ ہوں تو اور بھی خاص ہو جاتے ہیں۔ گیت نگار واضح کہتا ہے کہ جنگ کا دیوتا **Ares** شہریوں کی ذات کا خراج مانگ رہا ہے، کانسی کی ڈھال کی بجائے اس کی ساعت جنگ میں گونجتی کراہوں کی طالب ہے۔ مترجم نے اس خیال کے مقابل "دکھی انسانوں کی چیخیں جس کے کانوں میں گونج رہی ہیں" کا تصور دیا ہے جو متضاد کیفیت کا مظہر ہے۔ ترجمہ کی اگلی سطر الحاقی ہے۔ متن کے اگلے حصے میں گیت نگار دیوتا سے درخواست کرتا ہے کہ وہ جنگ کے دیوتا **Ares** کو جلد اس زمین سے بھگا کر بے دخل کر دے۔ ترجمہ میں یہ خیال واضح ہے۔ متن میں دیوتا سے درخواست کی جارہی ہے کہ وہ شہریوں کے حق میں کسی ایسی بادِ موافق کا اہتمام کرے جو **Ares** کو سمندر کی دیوی **Amphitrite** کے ایوان میں چھوڑ آئے۔ مترجم نے سمندر کی مخصوص دیوی **Amphitrite** کا ذکر ہی نہیں کیا حالانکہ یونانی اساطیر میں دیوی یا دیوتاؤں کا خاص مقام ہے اور **Ares** کو سمندر کی دیوی کے حوالے کرنے کا مطلب ہے کہ اب وہ **Ares** کی تقدیر کا فیصلہ کرے گی۔ پھر گیت میں ایک تمنا یہ بھی کی گئی ہے کہ کوئی مہربان ہوا **Ares** کو **Thrace** کی نامہربان لہروں کے سپرد کر آئے لیکن ترجمہ میں اس خیال کی توضیح موجود نہیں بلکہ اسے فقط **Ares** کی سمندر بردگی پر محمول کیا گیا ہے۔ متن میں اس سے اگلا خیال کچھ ایسے واہموں پر مشتمل ہے کہ جن

کے مطابق اگر Ares کی تخریب کا یہ عمل رات کے پہر واقع نہ ہوا تو یہ اگلے دن کی بد بختی ہو گی جو اسے Ares کی طرف سے برپا کی جانے والی قیامتیں دیکھنی پڑیں گی۔ مترجم نے اس خیال کو "اسے اس سمندر کی طرف دھکیل دے جہاں رات کو بھاگا ہوا دن کی گرفت میں آ جاتا ہے" کی صورت پیش کیا ہے جو متن مخالف ہے۔ معلوم نہیں مترجم نے جہاں باقی دیوتاؤں کو نام لے کر مخاطب کیا ہے وہاں Ares کا نام کیوں نہیں لیا۔ گیت میں زیوس سے ایسی برقِ کاری کے لیے التماس کی جاتی ہے جو Ares کو تباہ کر دے۔ اپالو کے سنہری ترکش سے دشمن کے خلاف تیر اندازی کی خواہش کی جا رہی ہے۔ شکار کی دیوی Artemis سے استدعا ہے کہ وہ دشمن کو بھسم کرنے والی آگ دہکائے۔ یہاں تک متن کے مفاہیم کو معمولی ردوبدل کے ساتھ قاری تک پہنچایا گیا ہے۔ Artemis کے بعد متن میں دیوتا Dionysus کو ان الفاظ میں پکارا جا رہا ہے:

I call the god who binds his hair with gold,
the one whose name our country shares,
the one to whom the Maenads shout their cries,
Dionysus with his radiant face
may he come to us with his flaming torchlight,
our ally against Ares, a god dishonoured among gods.(56)

اس کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

"تجھے اس دیوتا کا واسطہ جس نے ہمارے ملک کو Thebes کا نام دیا۔
اس دیوتا کے مقابلے میں ہماری مدد کو آ
جس نے تیری مشعل سے ہمیں جلا کر راکھ کر دیا ہے
وہ دیوتا ہمارا دشمن ہے اور وہ دیوتاؤں میں ناقابلِ شکست ہے۔" (۵۷)

اب یہاں معلوم نہیں مترجم کس کو اس تیسرے دیوتا کا واسطہ دے رہا ہے کیونکہ متن میں تو تینوں خداؤں یعنی اپالو، Artemis اور Dionysus کو الگ الگ ان کی صفات سمیت مخاطب کیا گیا ہے۔ پھر متن میں Dionysus کو بلانے کا انداز ہی الگ ہے جبکہ ترجمہ میں Dionysus کا نام تک نہیں لیا گیا جس کی وجہ سے Artemis اور Dionysus کی صفات خلط ملط معلوم ہوتی ہیں۔ Dionysus ایک ایسا دیوتا ہے جو اپنے بالوں کی سونے سے زیبائش کرتا ہے لیکن ترجمہ میں ایسا کوئی خیال نہیں ملتا۔ جہاں تک Dionysus سے تھیبیز کے نام کی نسبت کا تعلق ہے تو متن کے پاورقی حوالے کے مطابق اس کی حقیقت کچھ یوں ہے:

"دیوتا Dionysus کا ایک نام Bacchus بھی رہا ہے اور اس حوالے سے تھیبیز کو Baccheia بھی کہا جاتا تھا جبکہ Maenads سے مراد Dionysus کے پیروکار ہیں۔" (۵۸)

ترجمہ میں شہر کے نام کی نسبت تو موجود ہے لیکن Maenads کا ذکر نہیں کیا گیا جو بآوازِ بلند Dionysus سے ہمکلام ہیں۔ متن میں Dionysus کے پر جلال چہرے کا تذکرہ کیا گیا ہے جبکہ ترجمہ میں ایسی کوئی چہرہ نہیں کرایا گیا۔ Dionysus سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ

اپنی روشن مشعل کے ساتھ آئے اور Ares کے خلاف شہریوں کا ساتھ دے۔ لیکن ترجمہ میں "اس دیوتا کے مقابلے میں ہماری مدد کو آ جس نے تیری مشعل سے ہمیں جلا کر راکھ کر دیا ہے" کے الفاظ مستعمل ہیں جو کسی اور ہی خیال کے عکاس ہیں۔ متن کی آخری سطر کے مطابق Ares تمام دیوتاؤں میں dishonoured یعنی بے توقیر دیوتا ہے لیکن مترجم نے ترجمہ کی آخری سطر میں اسے "نا قابلِ شکست" قرار دے کر متن کو ہی بے توقیر کر چھوڑا ہے۔

ایڈی پس عام خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ Laius کے قتل سے براہِ راست واقف نہیں کیونکہ اس قتل کے بعد اسے اس ملک کی شہریت ملی تھی۔ وہ کہتا ہے کہ قاتل اگر خود اس کے پاس آکر اپنے جرم اقرار کر لے تو اسے محفوظ راستے سے ملک بدر کر دیا جائے گا، اسی طرح اگر قاتل غیر ملک سے ہے تو اس کی نشاندہی کرنے والے کو انعام و اکرام سے نوازا جائے گا۔ وہ شہریوں سے درخواست کرتا ہے کہ کوئی قاتل کی پشت پناہی نہ کرے اور اسے ٹھکانہ فراہم نہ کرے، مقدس مقامات پر قاتل کو نہ جانے دیا جائے اور نہ ہی اسے مذہبی حوالوں سے پاک کیا ہوا پانی پینے دیا جائے۔ متن میں اس خاص پانی کو lustral water کے نام سے ظاہر کیا گیا ہے اور اس کی تقدیس کی توضیح یہ دی گئی ہے کہ ایک معاشرتی مذہبی تہوار کے دوران اس پانی کو پاک کیا جاتا ہے(۵۹)۔ ایڈی پس ملتمس ہے کہ قاتل کی پہنچ اس پانی تک نہیں ہونی چاہیے کیونکہ وہ اس شہر کا کھلا دشمن ہے۔ وہ بہر طور قاتل کی تباہی چاہتا ہے۔ یڈی پس کے طویل مکالمہ کے اس حصہ تک مترجم نے متن کے تقریباً تمام خیالات کی مجموعی تفہیم پیش کی ہے۔ اسی مکالمہ کا درج ذیل متن:

And I urge you now to make sure all these orders take effect, for my sake, for the sake of the god, and for our barren, godless, ruined land. For in this matter, even if a god were not prompting us, it would not be right for you to simply leave things as they are, and not to purify the murder of a man who was so noble and who was your king. You should have looked into it. But now I possess the ruling power which Laius held in earlier days. I have his bed and wife— she would have borne his children, if his hopes to have a son had not been disappointed. Children from a common mother might have linked Laius and myself. But as it turned out, fate swooped down onto his head.(60)

ترجمہ میں جگہ ہی نہیں پاتا۔ متن میں ایڈی پس کے ہاں قاتل کی تلاش کا عنصر اس شدت سے نمایاں ہے کہ وہ اسے دیوتاؤں کی مدد کے بغیر بھی کھوجنے کی خواہش کرتا ہے۔ **even if a god were not prompting us** کے الفاظ اس کی بے محابا جستجو کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ پھر درج بالا متن میں ایک اہم اشارہ موجود ہے جو آگے چل کر کہانی میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ایڈی پس کا یہ کہنا "**I have his bed and wife**" اس بات کا ثبوت ہے کہ ایڈی پس مقتول بادشاہ کی بیوی کے ساتھ رہتا ہے۔ اسی بات پر تمام المیہ ترتیب پاتا ہے لیکن ترجمہ میں اس اہم خیال کو پیش ہی نہیں کیا گیا۔ ایڈی پس کے الفاظ:

She would have borne his children, if his hopes to have a son had not been disappointed

اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اگر مقتول بادشاہ لیوس کی جوکاسٹا کے بطن سے ہونے والے بیٹے سے متعلقہ امیدیں ختم نہ ہوئی ہوتیں تو جوکاسٹا (جو اب ایڈی پس کی بیوی ہے) اب بھی بادشاہ لیوس کے بچوں کو ہی پال رہی ہوتی لیکن اب ایسا نہیں ہے۔ اب یہ مکالمہ ایڈی پس خود اپنے بارے میں بولتا ہے جس کا مطلب ہے کہ اسے اپنی حقیقت کا تو پتہ نہیں ہے البتہ وہ لیوس اور جوکاسٹا کے بیٹے کے بارے میں کچھ شدبد رکھتا ہے اور یقیناً اسے یہ بات جوکاسٹا سے ہی معلوم ہوئی ہو گی۔ یہاں مصنف نے اس بات کو بلا مقصد قلمبند نہیں کیا بلکہ یہ آگے چلنے والے سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے لیکن مترجم نے ترجمہ میں اس کڑی کو زنجیر نہیں کیا جس کی وجہ سے متن کے خیالات ترجمہ تک آتے آتے منتشر ہو جاتے ہیں۔ پھر ایڈی پس کے یہ الفاظ

Children from a common mother might have linked Laius and myself. But as it turned out, fate swooped down onto his head

اس کی اس خواہش کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اگر جوکاسٹا سے لیوس کے بچے بھی ہوتے تو ایک ہی ماں کی کوکھ سے جنم لینے والے بچے لیوس اور ایڈی پس کے باہمی ارتباط کی وجہ ہو سکتے تھے لیکن قسمت نے لیوس پر ایسا وار کیا کہ تمام امکانات بدل کر رہ گئے۔ اب یہ مکالمہ بھی اس خاص نکتے کی جانب مشار ہے جس سے آگے چل کر لیوس اور ایڈی پس کے ربط کی وضاحت ہوتی ہے لیکن ترجمہ میں مکالمہ کا یہ حصہ بھی شامل نہیں۔ متن کے اس حصے سے صرفِ نظر کرنے کے باعث مترجم نے متن کے سربستہ رازوں کو ترجمہ کے دروازے پر ہی روک لیا ہے اور انہیں ترجمہ کی عمارت میں داخل ہی نہیں ہونے دیا۔ ترجمہ میں اس مکالمے کے آخری حصہ کا حق البتہ بخوبی ادا کیا گیا ہے۔ ایڈی پس قاتل کی تلاش میں معاون افراد کے لیے دیوتا کے اکرام جبکہ مہم مخالف افراد کے لیے بنجر زمین اور بانجھ بیویوں کی دعا کرتا ہے۔ ایڈی پس کی بات کے جواب میں طائفے کا سربراہ کہتا ہے کہ اس ضمن میں صرف اپالو ہی رہنما ہے۔ ایڈی پس کہتا ہے:

That is well said. But no man has power to force the gods to speak against their will.(61)

اس کا ترجمہ کچھ یوں کیا گیا ہے:

"تم نے درست بات کی ہے لیکن کیا کرۂ ارض پر ایک بھی آدمی موجود نہیں جو قاتل کا اتا پتا بتا سکے" (۶۲)

اب یہاں ترجمہ سرے سے متن کے انداز کا منافی ہے۔ متن میں دیوتاؤں کی طاقت و مزاج اور ان کو قائل کرنے کی بات ہو رہی ہے جبکہ ترجمہ میں دیوتاؤں کا کوئی حوالہ ہی نہیں ہے۔ طائفے کا سردار ایڈی پس سے کہتا ہے کہ صرف ایک دانش مند شخص ٹیری سیس (Teiresias) ہی ہے جو اپالو کی طرح درون معاملات کی خبر رکھتا ہے۔ اگرچہ وہ نابینا ہے لیکن اسے غیب کا علم ہے۔ ایڈی پس کریون سے ٹیری سیس کو بلانے کو کہتا ہے۔ صرف ٹیری سیس کو ہی اصل سچائی معلوم ہے اور باقی من گھڑت کہانیاں ہیں۔ ان میں ایک کہانی یہ بھی ہے کہ لیوس کو کسی راہ چلتے اجنبی نے قتل کیا تھا لیکن اس قتل کا کوئی گواہ موجود نہیں۔ ایڈی پس بے خوفی سے یہ سچ سننے کے لیے تیار ہے کیونکہ اس کی نیت صاف ہے۔ ٹیری سیس کی آمد پر ایڈی پس اس سے کہتا ہے کہ وہ تو راز سے واقف ہے، وہ بے نور آنکھوں سے شہر کا عذاب دیکھ سکتا ہے، وہ وہ قاتل کی نشاندہی کرے تا کہ اپالو کے حکم کے مطابق اسے قتل کر کے شہر کو بچایا جا سکے۔ ٹیری سیس

ایک لمبی سانس بھر کر اپنی ذات کی دانش مندی پر افسوس کرتا ہے۔ ایڈی پس اس کی مبہم باتوں پر حیران ہوتا ہے تو ٹیری سیس اس سے گزارش کرتا ہے کہ وہ اپنی قسمت کا لکھا بھگتے اور باقی سب اپنے نصیب پہ قانع رہیں کیونکہ اسی میں سب کی بہتری ہے۔ ایڈی پس اس کی بے سروپا باتوں کو سمجھ نہیں پاتا اور کھل کر کلام کرنے کا کہتا ہے۔ ٹیری سیس کہتا ہے کہ ایڈی پس جتنا خاموش رہے گا اسی قدر اس کی بھلائی ہو گی لیکن ایڈی پس اسے سچائی بے نقاب کرنے پر اکساتا ہے۔ اس پر ٹیری سیس کہتا ہے:

You are all ignorant. I will not reveal the troubling things inside me, which I can call your grief as well.(63)

"تم سب لاعلم اور بے خبر ہو۔ میں اپنے دل میں چھپے کرب کا اظہار نہیں کروں گا۔ اگر میں نے لب کھولے تو یہ کرب تمہارے دل کو لخت لخت کر دے گا۔" (۶۴)

یہاں مترجم نے خاصے پُر تاثیر الفاظ میں ٹیری سیس کے دل میں نہاں درد کی تصویر کشی کی ہے۔ اس کے دل میں ایسی تلخ حقیقت نے ڈیرا ڈال رکھا ہے جس سے اس کا اپنا دل تو مضطرب ہے ہی لیکن اگر وہ ایڈی پس کو اس کرب آمیز حقیقت سے آشنا کرتا ہے تو امکان ہے کہ کرب کی شدت ایڈی پس کے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گی۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کی تلاش میں المیہ کی شطرنج کے تمام مہرے پٹ رہے ہیں۔ ایڈی پس کے پرزور اصرار کے باوجود ٹیری سیس کچھ بتانے پہ آمادہ نہیں ہوتا یہاں تک کہ ایڈی پس کو اس پر غصہ آ جاتا ہے اور وہ غصے میں ٹیری سیس کو ہی بادشاہ کے قتل میں میں ملوث قرار دیتا ہے تاہم اس کا اندھاپن اس کے قاتل نہ ہونے کی وجہ معلوم ہوتا ہے۔ ٹیری سیس ایڈی پس پر افسوس کرتے ہوئے اسے مزید کلام سے منع کر دیتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیتا ہے کہ ایڈی پس کی ذات ہی اس دھرتی پر عذاب کی وجہ ہے۔ ایڈی پس اس کی اس مجال پر حیران ہے لیکن ٹیری سیس کو کسی بات کا خوف نہیں کیونکہ وہ سچا ہے اور اسے یہ سچائی اگلنے پر ایڈی پس نے ہی آمادہ کیا ہے۔ دوبارہ استفسار پر ٹیری سیس واضح طور پر ایڈی پس کو بادشاہ کا قاتل قرار دیتا ہے۔ ایڈی پس اس خلافِ توقع بات کو ٹیری سیس کی جانب سے محض اپنی ذات پر ایک حملہ قرار دیتا ہے اور تنبیہ کرتا ہے کہ اس کے نتائج سنگین ہیں لیکن ٹیری سیس پر اعتماد اور اپنی بات پر قائم ہے۔ ایڈی پس کے نزدیک ٹیری سیس صرف آنکھوں سے نہیں بلکہ دل و دماغ سے بھی اندھا ہے۔ ٹیری سیس اسے کہتا ہے کہ دل کی خوب بھڑاس نکال لے کیونکہ بہر حال عذاب تو اس پر اترنے ہی والا ہے۔ ایڈی پس ٹیری سیس کی بات کو دیوانے کی بڑ قرار دیتے ہوئے اعتماد کے ساتھ کہتا ہے:

You live in endless darkness of the night, so you can never injure me or any man who can glimpse daylight.(65)

"تمہاری زندگی اندھی اور کالی رات کی طرح ہے۔ تم ان پر الزام نہیں دھر سکتے جو دن کی روشنی میں زندگی گزار رہے ہیں۔"(۶۶)

مترجم نے ٹیری سیس کے اندھے پن کو رات کی کورانہ تاریکی سے تشبیہ دے کر ایڈی پس کے اس تیقن کا خوب اظہار کیا ہے جس کے بل پر ایڈی پس اپنی ذات کو بے قصور اور ٹیری سیس کو الزام تراش سمجھتا ہے۔ اس پر ٹیری سیس کہتا ہے کہ اس پہ آنے والے عذاب کا باعث ٹیری سیس کی ذات نہیں بلکہ یہ سب دیوتاؤں کی طرف سے ہے۔ دفعتاً ایڈی پس سوچتا ہے کہ یہ سب اس کے تخت و تاج کے خلاف اس کے سالے کریون کی ایک سازش ہے جس میں ٹیری سیس بھی شامل ہے۔ ایڈی پس ٹیری سیس کو اپنی سابقہ ذہانت کا حوالہ دیتا ہے کہ اس نے شہر کو **sphinx** سے بچایا تب ٹیری سیس کی ذہانت کہاں تھی۔ ٹیری سیس کہتا ہے کہ ایڈی پس کے بادشاہ ہونے میں کوئی شک نہیں نہ ہی اس نے اور کریون نے اس کے خلاف کوئی سازش کی ہے۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ایڈی پس اپنے خاندان کی اصلیت سے ناواقف ہے اور انجانے میں اپنے ہی زندہ اور مردہ رشتوں کا دشمن بن چکا ہے۔ ایڈی پس وہ بدبخت انسان ہے جس سے اس کی ماں اور باپ دونوں ناخوش ہیں۔ جب ایڈی پس کو اس کے گناہوں کی پاداش میں دیس نکالا ملے گا تو اس کی آنکھوں کی بینائی ختم ہو جائے گی۔ وہ نگر نگر بھٹکے گا لیکن اسے کوئی جائے پناہ نہ ملے گی۔ یہ محل بظاہر اس کے لیے جنت ہے اور یہاں سے باہر کی زندگی میں تباہی و بربادی ہے لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ ایڈی پس اپنی اولاد اور اپنی ذات کے رشتے کی نوعیت سے لاعلم ہے اور اسی لیے وہ ٹیری سیس اور کریون کی نظر میں بد نصیب اور بدبخت شخص ہے۔ یہ سن کر ایڈی پس ٹیری سیس کو محل سے جانے کو کہتا ہے اور اس کی مغلظات پر افسوس کرتا ہے۔ ٹیری سیس بھی محل بلائے جانے پر متاسف ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ایڈی پس کے لیے ٹیری سیس پاگل سہی لیکن ایڈی پس کی پرورش کرنے والے والدین ٹیری سیس کو عقل مند سمجھتے تھے۔ اب یہاں متن میں یہ واضح اشارہ ملتا ہے کہ ایڈی پس کو پیدا کرنے والے اور اس کو پالنے والے والدین الگ الگ ہیں۔ اپنے والدین کا ذکر سن کر ایڈی پس چونک کر ٹیری سیس سے ان کے بارے میں استفسار کرتا ہے۔ ٹیری سیس کہتا ہے کہ والدین کی حقیقت کا علم ایڈی پس کو تباہ کر دے گا۔ یہاں تک متن کی تقریباً تمام جزئیات کی پیروی کی گئی ہے اور متن کے مفاہیم کو کچھ کمی بیشی کے ساتھ قاری تک کامیابی سے پہنچایا گیا ہے۔

ایڈی پس زچ ہو کر ٹیری سیس سے کہتا ہے کہ وہ کیا اول فول بک رہا ہے، اس پر ٹیری سیس اس پر طنز کرتے ہوئے کہتا ہے:

Well, in solving riddles, are you not the best there is?(67)

مترجم نے اس طنزیہ مکالمے کو ترجمہ میں شامل نہیں کیا حالانکہ اس مکالمے میں ٹیری سیس ایڈی پس کی اینٹ کا جواب پتھر سے دے رہا ہے۔ ایڈی پس کو **sphinx** کی پہیلی بوجھنے کا زعم ہے اور ٹیری سیس اسی حوالے سے طنز کرتا ہے کہ وہ خود ہی اس معمہ کو حل کر لے۔ ایڈی پس بہر حال اپنی معاملہ فہمی کی صفات کا دعویدار ہے لیکن ٹیری سیس کے نزدیک اس کی یہی صفات اس کے لیے تباہ کن ہیں۔ ایڈی پس کہتا ہے کہ اگر اس کی تباہی میں شہر کی فلاح مضمر ہے تو اسے اپنی تباہی پر کوئی ملال نہیں۔ ٹیری سیس ملازمین سے کہتا ہے کہ وہ اسے گھر کا راستہ دکھائیں تو ایڈی پس اس کے یہاں سے چلے جانے میں ہی عافیت سمجھتا ہے۔ جاتے جاتے ٹیری سیس کچھ واضح گفتگو کرتا ہے جس کے مطابق قاتل یہیں موجود ہے۔ وہ اس شہر میں اجنبی ہے لیکن آنے والے وقت میں اس کا اس شہر سے تعلق ظاہر ہو جائے گا۔ وہ

اندھا فقیر بن جائے گا۔ وہ اپنی اولاد کا بھائی بھی ہو گا اور اپنی ماں کا شوہر بھی ہو گا۔ وہ اپنے ہی باپ کا قاتل ہو گا۔ اسے ڈھونڈا جائے اور اگر ایسا ہی نہ ہوا تو ٹیری سیس کی پیشن گوئیوں پر نفرین کی اجازت ہے۔ یہ کہہ کر ٹیری سیس اپنے گھر کی طرف اور ایڈی پس محل کے اندر چلا جاتا ہے۔ متن کے اس حصہ کے ترجمہ میں بھی اگرچہ کچھ حذوف واقع ہیں لیکن ان کی نوعیت اتنی خفیف ہے کہ ان کی کمی سے متن کے مجموعی تاثر میں کچھ خاص کمی نہیں آتی اور درون متن نکات قاری تک بآسانی پہنچ جاتے ہیں۔

گیت شروع ہوتا ہے۔ ترجمہ میں گیت کا ابتدائی حصہ تخفیف کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ یہ گیت موجودہ صورت حال پر ہر عام شہری کے جذبات کا عکاس ہے۔ ہر شخص یہ جاننے کا متمنی ہے کہ اپالو نے کس رذیل شخص کی طرف اشارہ کیا ہے جو خونی ہے، کسی کو معلوم نہیں وہ کون ہے، اور اگر معلوم ہے تو نام لینے کی جرأت نہیں۔ اس بدبخت شخص پر لازم ہے کہ وہ طوفان میں سرپٹ دوڑتے گھوڑے سے بھی تیز دوڑ کر یہ شہر چھوڑ دے۔ متن میں اس خیال کو ان الفاظ میں پیش کیا گیا ہے:

The time has come for him to flee— to move his powerful foot more swiftly than those hooves on horses riding on the storm.(68)

جبکہ ترجمہ میں فقط ان الفاظ پر ہی اکتفا کیا گیا ہے:

"یہی وقت ہے کہ وہ شخص یہاں سے بھاگ جائے، اتنی تیزی سے بھاگے جتنی اس میں طاقت ہے" (۶۹)

اب یہاں متن میں ایک خاص رفتار کی طرف اشارہ کر کے مذکورہ شخص کو تیزی سے بھاگنے کے لیے اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ زیوس دیوتا کا بیٹا اس پر بجلی گرانے کو تیار ہے اور زیوس دیوتا کی بیٹی **Furies** خون کا انتقام لینے کے لیے بے تاب ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اتنی تیزی سے بھاگ کر اس وطن سے دور چلے جانے کے بعد وہ بدبخت شخص ان آفات سے بچ جائے۔ ترجمہ میں رفتار کی اس خصوصیت کو عمومیت کے ساتھ بیان کرنے کی وجہ سے متن کی سی سنگین حالت ترجمہ میں نہیں ملتی۔ یہاں گیت کا پہلا بند ختم ہوتا ہے۔ دوسرے بند کے ترجمہ میں متن کے تقریباً تمام نکات کو جگہ دی گئی ہے جن کے مطابق قاتل کو دیوتا کے حکم سے خلاصی نہیں مل سکتی۔ تیسرے حصہ میں گیت کی آواز ایڈی پس کے خصوصی حوالے سے حیرت زدہ ہے کہ بھلا دیوتاؤں نے اس کے بدبخت ہونے کا اشارہ کیوں کیا ہے؟ دیوتاؤں کی پیشن گوئی نے ایسی کیفیت پیدا کر دی ہے کہ جس سے نہ تو انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اقرار ہو سکتا ہے۔ ایک طرف اپالو اور زیوس جیسی مقدس ہستیوں کی پیشن گوئیاں ہیں تو دوسری طرف ایڈی پس کی ذات ہے جس کے خلاف کوئی ثبوت موجود نہیں۔ ایسے میں گیت نگار کے ان الفاظ سے تذبذب کی کیفیت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

My hopes flutter here and there, with no clear glimpse of past or future. (70)

لیکن ترجمہ میں یہ تذبذب نہیں ملتا حالانکہ یہ الفاظ متن میں موجود کشمکش کی جامع عکاسی کرتے ہیں۔ پھر گیت کے درج ذیل الفاظ:

I have never heard of any quarrelling, past or present, between those two, the house of Labdacus and Polybus' son, which could give me evidence enough to undermine

the fame of Oedipus, as he seeks vengeance for the unsolved murder for the family of Labdacus(71)

ترجمہ میں شامل نہیں حالانکہ اس پیرا میں ایڈی پس کے پالنے والے باپ **Polybus** کی نسبت سے ایڈی پس اور شہر کے شاہی خاندان **Labdacus** کی طرف اشارہ کر کے کہا گیا ہے کہ ان کے درمیان کبھی کوئی جھگڑا واقع نہیں ہوا جس کی وجہ سے ایڈی پس پر شک کیا جا سکے بلکہ حقیقت تو اس کے برعکس ہے اور ایڈی پس خود بادشاہ کے قاتل کی کھوج میں ہے۔ ترجمہ میں متن کے ایسے حصوں کو لازماً شامل ہونا چاہیے جو کسی اہم نکتہ کی طرف مشار ہوں یا جن سے کسی خاص کیفیت کا اظہار ہو کیونکہ ایسی صورت میں ہی متن کے اصل مقصود کی ترجمانی ممکن ہے ورنہ ترجمہ کی ریاضت بے کار ثابت ہوتی ہے۔ ترجمہ میں گیت کے آخری بول البتہ بالکل واضح ہیں جو ایڈی پس کے حق میں لکھے گئے ہیں۔

نیا منظر شروع ہوتا ہے۔ کریون ایڈی پس کی تخت و تاج کی سازش والی بات پر غصے میں ہے۔ ایڈی پس اپنی بات پہ قائم ہے۔ اس سے پہلے کہ جھگڑا مزید طول پکڑے جو کاسٹا کی مناسب وقت پر آمد ہوتی ہے۔ دونوں اپنا اپنا موقف جو کاسٹا کے سامنے رکھتے ہیں۔ ایڈی پس کہتا ہے کہ کریون اس کی بادشاہت چھینا چاہتا ہے جبکہ کریون کہتا ہے کہ اس کی جان کو ایڈی پس کی جانب خطرہ ہے۔ جو کاسٹا ایڈی پس سے کریون کی ذات کے لیے رحم کی بھیک طلب کرتی ہے اور ایڈی پس کو تسلی دیتی ہے کہ دیوتا کے تمام فرامین کا درست ثابت ہونا لازم نہیں۔ پھر وہ اسے اپنے پہلے شوہر یعنی مقتول بادشاہ لیوس کے بارے میں بتاتی ہے کہ کس طرح اس کے بارے میں دیوتاؤں کی پیشن گوئی غلط ثابت ہوئی تھی۔ جو کاسٹا کے مطابق بادشاہ لیوس کے بارے میں دیوتا نے کہا تھا کہ وہ جو کاسٹا کے بطن سے جنم لینے والے بیٹے کے ہاتھوں قتل ہو جائے گا لیکن ایسا کچھ نہیں ہوا کیونکہ لیوس نے اس بچے کے گھٹنے باندھ کر اس کو اس کی پیدائش کے تیسرے روز ہی ایک پہاڑ سے نیچے پھینک کر مار ڈالنے کا حکم دیا تھا۔ دوسری طرف دیوتا کی پیشن گوئی برخلاف بادشاہ کا قتل ایک اجنبی کے ہاتھوں اس مقام پر ہوا جہاں تین راستے آپس میں ملتے ہیں سو ایسے میں دیوتا کی پیشن گوئیوں پر کان دھرنے کی ضرورت نہیں۔ یہاں تک مترجم نے متن کے ایک طویل حصے کا ترجمہ سہل اور واضح انداز میں پیش کیا ہے۔ دورانِ ترجمہ کچھ حذوف ضرور ملتے ہیں تاہم اختلافی مقامات موجود نہیں۔ متن کے درج ذیل حصے کے مطابق جو کاسٹا کے الفاظ سے پتہ چلتا ہے کہ قاتل ایک سے زائد تھے:

one day Laius was killed by foreigners, by robbers, at a place where three roads meet.(72)

اس متن کے ترجمہ میں قتل کے مقام کا ذکر تو کیا گیا ہے لیکن قاتلوں یعنی **foreigners** اور **robbers** کا ذکر گول کر دیا گیا ہے جو اتنی معمولی تخفیف نہیں کہ اس پر گرفت نہ کی جائے۔ ڈرامے کی کہانی میں اصل مسئلہ ہی ڈاکوؤں کی کھوج کا ہے اور اگر اس بابت کوئی بھی اشارہ متن میں موجود ہے تو اس کا ذکر ترجمہ میں بھی ہونا چاہیے۔ ایڈی پس بادشاہ کے قتل کے مقام کے بارے میں سن کر مضطرب ہو جاتا ہے اور جو کاسٹا سے اس علاقے کی تفصیل پوچھتا ہے۔ جو کاسٹا بتاتی ہے کہ یہ **Phoeis** کا علاقہ ہے جہاں دو راستے **Delphi** کو اور تیسرا

راستہ **Daulia** کی طرف جاتا ہے۔ کہانی آگے بڑھتی ہے۔ ایڈی پس جوکاسٹا سے پوچھتا ہے کہ اس واقعے کو کتنا عرصہ گزر چکا ہے۔ جوکاسٹا جواب دیتی ہے:

The story was reported in the city just before you took over royal power here in Thebes.(73)

جس کا ترجمہ ان الفاظ میں ملتا ہے:

"بادشاہ کے قتل کی خبر تمہارے شہر میں آنے اور بادشاہ بننے کے بعد آئی تھی" (۷۴)

اب یہاں متن اور ترجمہ میں واضح اختلاف ملتا ہے۔ متن کے مطابق بادشاہ کے قتل کی خبر ایڈی پس کے تھیبیز آنے اور بادشاہ بننے کے کچھ ہی عرصہ پہلے ملی تھی جبکہ ترجمہ میں اسے ایڈی پس کی بادشاہت کے بعد کی خبر بتایا گیا ہے۔ سیدھی سی بات ہے کہ اگر ایڈی پس کے تھیبیز آنے اور بادشاہ بننے کے بعد لیوس کے قتل کی خبر آئی ہوتی تو وہ خود بھی اس سے کماحقہ واقف ہوتا اور اسے کسی اور سے یہ سب پوچھنے کی ضرورت نہ رہتی۔ متن کے پچھلے حصوں سے بھی صاف ظاہر ہے کہ ایڈی پس بادشاہ کے قتل کے معاملے سے قطعی طور پر بے خبر ہے۔ بہر حال متن کے ایسے حصوں کے ترجمہ میں متن کی خصوصی پیروی ضروری ہے جن میں کہانی کے اہم نکات و واقعات کا بیان ہو ورنہ ذرا سا اختلاف صورت حال کو بدل کر رکھ دیتا ہے۔

جوکاسٹا ایڈی پس کے تفصیلی استفسار پر حیران ہے۔ ایڈی پس بے اختیار زیوس دیوتا سے پناہ طلب کرتا ہے۔ وہ جوکاسٹا سے بادشاہ کے چہرے مہرے کی نشانیاں طلب کرتا ہے تو جوکاسٹا بتاتی ہے کہ وہ لمبا چوڑا، سنہرے بالوں والا اور قد کاٹھ میں ایڈی پس کے مشابہہ تھا۔ یہ سن کر ایڈی پس لرز کر رہ جاتا ہے۔ اسے بادشاہ کے ہم راہیوں کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ بادشاہ کے ساتھ پانچ محافظ، ایک خادم اور ایک گاڑی بان تھا، تمام لوگ بادشاہ کے ساتھ ہی مارے گئے اور صرف ایک آدمی باقی بچا تھا جس نے واپس آکر یہ تمام واقعہ بتایا تھا۔ وہ شخص ایڈی پس کو بادشاہ کے روپ میں دیکھ کر گاؤں چلا گیا اور وہاں گلہ بانی شروع کر دی۔ ایڈی پس اس چرواہے سے ملنا چاہتا ہے۔ خوف اور خدشات نے ایڈی پس کو گھیر رکھا ہے۔ جوکاسٹا اس کی غیر ہوتی حالت دیکھ کر پریشان ہو جاتی ہے اور اسے تمام بات کہہ ڈالنے کی درخواست کرتی ہے۔ ایڈی پس بتاتا ہے کہ اس کے باپ پولی بس کا تعلق کارنتھ سے ہے اور اس کی ماں میروپی ڈورین نسل سے ہے۔ اس کا خاندان معزز سمجھا جاتا تھا کہ اچانک ایک واقعے سے اس کی زندگی بدل جاتی ہے۔ یہاں تک متن و ترجمہ میں مکمل ہم آہنگی ملتی ہے اور متنی واقعات کا سلسلہ کامیابی سے ترجمہ میں جگہ پاتا ہے۔

ایک محفل میں ایک شرابی سے ایڈی پس کی ملاقات ہوتی ہے جس کے مطابق ایڈی پس اپنے باپ پولی بس کا حقیقی بیٹا نہیں:

At a dinner there a man who was quite drunk from too much wine began to shout at me, claiming I was not my father's real son. That troubled me, but for a day at least I said nothing, though it was difficult.(75)

مترجم نے مکالمے کے اس حصے کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے:

"ایک محفل میں ایک شرابی نے مجھے حرام زادہ ہونے کی گالی دی
ایک دن تک میں اندر ہی اندر غصے سے بل کھاتا رہا" (۷۶)

یہاں متن کے الفاظ ایک ایسے امکان کی طرف مشار ہیں جو واقعی کسی انسان کا سکون غارت کرنے کو کافی ہے۔ ترجمہ میں گالی کے الفاظ کی شدت اپنی جگہ لیکن گالی اکثر غصیلے جذبات کا اظہار ہوتی ہے اور اسے حقیقت کی کسوٹی پر کم ہی پرکھا جاتا ہے۔ سو یہاں متن کے الفاظ کے متوازی ترجمہ زیادہ مناسب ہے۔ پھر مترجم نے اسی مکالمے کے اگلے الفاظ میں سے **troubled** کے لیے "غصے" کا لفظ استعمال کیا ہے جو بالکل موزوں نہیں کیونکہ غصہ اور پریشانی دو الگ کیفیات ہیں، پھر متنی تناظر میں دیکھا جائے تو بات غصے کی بجائے پریشانی کی ہے۔ جذباتی شرح کے عمل میں دورانِ ترجمہ متن کی نزاکتوں کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ یہ بات سن کر ایڈی پس گنگ ہو جاتا ہے اور اپنے والدین کے سامنے ماجرا بیان کرتا ہے۔ والدین اس بات کی تردید کرتے ہیں۔ ایڈی پس کی پریشانی اگرچہ اپنے والدین سے بات کر کے کم ہو جاتی ہے لیکن پھر بھی یہ بات شہر میں پھیل جاتی ہے۔ ایڈی پس الجھن کا شکار ہو جاتا ہے اور اپالو کے مندر میں اپنی پریشانی کا حل تلاشنے جاتا ہے۔ وہاں جا کر اس کی پریشانی بڑھ جاتی ہے جب اسے اپالو کی طرف سے پیشن گوئی ملتی ہے کہ وہ اپنے باپ کو مار کر اپنی ماں سے ازدواجی تعلق استوار کرے گا۔ وہ ایسے قبیح فعل کے تصور سے ہی کانپ اٹھتا ہے اور کارنتھ چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔ بھاگتے بھاگتے وہ ایک ایسے مقام پر جانکلتا ہے جہاں تین راستے آپس میں ملتے ہیں۔ یہ وہی مقام ہے جہاں جوکاسٹا کے مطابق بادشاہ لیوس قتل ہوتا ہے۔ بادشاہ کے گاڑی بان سے ایڈی پس کا جھگڑا ہو جاتا ہے۔ ایڈی پس تمام واقعہ ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

The guide there tried to force me off the road— and the old man, too, got personally involved. In my rage, I lashed out at the driver, who was shoving me aside. The old man, seeing me walking past him in the carriage, kept his eye on me, and with his double whip struck me on my head, right here on top. Well, I retaliated in good measure— I hit him a quick blow with the staff I held and knocked him from his carriage to the road. He lay there on his back. Then I killed them all. If that stranger was somehow linked to Laius, ho is now more unfortunate than me?(77)

لیکن ترجمہ میں مترجم نے اس سارے واقعہ کی اصل وجہ بیان کرنے کی بجائے صرف ان افراد کے قتل کا تذکرہ کیا ہے جو اس جھگڑے میں مارے گئے۔ متن کا یہ حصہ ڈرامے کا نقطۂ عروج ہے اور یہاں پہنچ کر قاری یہ جاننے کے لیے متجسس ہو جاتا ہے کہ اب آگے کیا ہو گا سو ترجمہ میں متن کے اس حصہ کی جزئیات کا شامل ہونا ضروری ہے۔ پھر متن کے اس حصہ کے آخری الفاظ تو ترجمہ میں شامل ہی نہیں جن سے ایڈی پس کی بے چینی مترشح ہے۔ اگرچہ شواہد اس کے جرم کو ثابت کر رہے ہیں اور وہ اپنے آپ پر نازل ہوتا عذاب بھی دیکھ رہا ہے پھر بھی وہ اس اجنبی چرواہے سے ملاقات پر تکیہ کیے بیٹھا ہے۔ جوکاسٹا ایڈی پس سے پوچھتی ہے کہ وہ چرواہے سے کیا پوچھے گا۔ ایڈی پس کہتا ہے کہ اگر چرواہے نے یہ کہہ دیا کہ بادشاہ کو راہ چلتے ڈاکوؤں نے مارا ہے، تو یہ ثابت ہے کہ ایڈی پس قاتل نہیں ہے کیونکہ ایڈی پس نے اکیلے ہی قتل کیے تھے۔ لیکن اگر چرواہا کہتا ہے کہ یہ کسی اکیلے آدمی کا کام ہے تو پھر وہ قاتل ایڈی پس ہی ہے۔ جوکاسٹا اسے تسلی

دیتی ہے کہ سچ یہی ہے کہ بادشاہ کا قتل اکیلے آدمی نے نہیں کیا۔ ایسے میں اگر چرواہا اپنے بیان میں کوئی ردوبدل کر بھی دیتا ہے تو بھی دیوتا کی پیشن گوئی کو سچ نہیں مانا جا سکتا کیونکہ بادشاہ کے جس بیٹے کو دیوتا نے اس کا قاتل قرار دیا ہے وہ بادشاہ کے قتل سے ایک عرصہ پہلے خود مر چکا ہے، پھر بھلا ایک مردہ قتل کا مرتکب کیسے ہو سکتا ہے۔ گیت شروع ہوتا ہے جس میں دیوتاؤں کی تعظیم و تکریم کے بیان کے بعد مذکورہ معمے کے حل کا سوال کیا جاتا ہے۔ اگلے منظر میں جوکاسٹا نے دیوتاؤں کو نذر کرنے کے لیے پھولوں کے ہار اٹھا رکھے ہیں۔ وہ دیوتا سے کہتی ہے کہ ایڈی پس سخت ذہنی اذیت میں مبتلا ہے۔ وہ اپالو سے ایڈی پس کی نجات کی التجا کرتی ہے کیونکہ وہ پورے شہر کا محسن ہے۔ اتنے میں کارنتھ سے ایک پیغام بر آتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ کارنتھ کے لوگوں نے ایڈی پس کو اپنا بادشاہ منتخب کر لیا ہے کیونکہ کارنتھ کا بادشاہ پولی بس یعنی ایڈی پس کا باپ وفات پا چکا ہے اور پولی بس کی موت بیماری اور بڑھاپے کی وجہ سے ہوئی ہے۔ ایڈی پس یہ سن کر یکدم پر سکون ہو جاتا ہے اور اس کے تمام واہمے ختم ہو جاتے ہیں۔ ترجمہ میں اس کے آرام و سکون کی کیفیت اور خدشوں سے پاک سوچوں کو خوبی سے بیان کیا گیا ہے:

> "اب معجزے اور فرمان جاری کرنے والے مقدس مزارات سے خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ ان مزارات پر اڑتے پرندوں کی چیخیں اب مجھے نہیں ڈرا سکتیں۔"(۷۸)

یہاں تک متن کے تمام خیالات کو تھوڑی بہت کمی بیشی کے ساتھ اس طرح ترجمہ کیا گیا ہے کہ کہانی کا تسلسل اور ربط برقرار رہتا ہے۔ متن کے اس حصہ میں سے ایڈی پس کے درج ذیل الفاظ ترجمہ میں شامل نہیں کیے گئے:

> Perhaps he died from a desire to see me— so in that sense I brought about his death.(79)

اگرچہ ان الفاظ کی شمولیت کے بغیر بھی متن کے موضوع کے بیان پر زیادہ اثر نہیں پڑا لیکن ان الفاظ سے ایڈی پس کے خوف کی وہ آخری حد ظاہر ہوتی ہے جو اسے اپنے باپ کی موت کے حوالے سے ہے۔ یہ جان لینے کے بعد بھی کہ اس کے باپ کی موت کی وجہ اس کی ذات نہیں، ایڈی پس پھر بھی ایک امکانی صورت حال کا ذکر کرتا ہے کہ شاید اس کی جدائی کے صدمے نے اس کے باپ کی جان لے لی ہو، تاہم وہ خوش ہے کہ وہ اپنے باپ کا قاتل نہیں۔ ایڈی پس کے لیے پولی بس کی موت کی خبر کسی نعمت سے کم نہیں لیکن ایک بات اب بھی اس کے دل میں کھٹک رہی ہے اور وہ اس کی ماں کا وجود ہے۔ جوکاسٹا اسے تسلی دیتی ہے کہ اپنی ماں سے ازدواجی تعلق محض اس کی خام خیالی ہے، ہو سکتا ہے یہ خیال خوابوں میں جگہ پاتا ہو لیکن حقیقی زندگی میں کبھی ایسا نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایڈی پس کہتا ہے کہ جب تک اس کی ماں نہیں مرتی یہ خوف اس کے دل میں گھر کیے رکھے گا۔ یہ گفتگو سن کر پیغام بر ایڈی پس سے اس کے خوف کی وجہ پوچھتا ہے اور سارا ماجرا سن کر کہتا ہے کہ اسے میروپی کے وجود سے خائف ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ پولی بس اور میروپی سے اس کا کوئی خونی رشتہ نہیں ہے بلکہ اسی پیغام بر نے اپنے ہاتھوں سے ایڈی پس کے وجود کو ان دونوں کے حوالے کیا تھا۔ پیغام بر اسے بتاتا ہے کہ وہ اسے **Cithaeron** کے پہاڑی جنگل میں ملا تھا جہاں وہ بکریاں چراتا تھا۔ ایڈی پس اس سے ثبوت مانگتا ہے کہ کیا واقعی اسے ملنے والا بچہ ایڈی

پس ہی ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ اپنے گھٹنے پر زخم کا نشان دیکھ کر تصدیق کر سکتا ہے اور واقعی ایڈی پس کے گھٹنے پر وہ زخم موجود ہوتا ہے۔ چونکہ ایڈی پس کے ہاتھ پاؤں رسیوں میں جکڑ کر اسے پہاڑی سے پھینکنے کا حکم دیا گیا تھا سو اس کے ایک گھٹنے پر زخم بن گیا تھا اور اسی زخم کی مناسبت سے اس کا نام ایڈی پس رکھا گیا تھا۔ متن کے پاورقی حوالہ کے مطابق "ایڈی پس کا مطلب ہے "swollen feet" یا "knowledge of one's feet"۔ دونوں مطالب اس اہم واقعہ کی جانب مشار ہیں کہ اگرچہ ایڈی پس عقلمند ہے پھر بھی وہ اپنے وجود کی اصل حقیقت سے غافل ہے"(۸۰)۔ پیغام بر مزید بتاتا ہے کہ مقتول بادشاہ لیوس کے ایک چرواہے نے ایڈی پس کو اس کے حوالے کیا تھا۔ ایڈی پس وہاں موجود لوگوں سے اس چرواہے کا اتا پتا پوچھتا ہے تو نمائندہ گلوکار کہتا ہے کہ جوکاسٹا اس کا جواب بہتر طور پر دے سکتی ہے۔ یہاں نمائندہ گلوکار کے الفاظ ترجمہ میں شامل نہیں کیے گئے:

The man he mentioned is, I think, the very peasant from the fields you wanted to see earlier. (81)

حالانکہ ان الفاظ سے صورت حال میں نمایاں تبدیلی آتی ہے اور جوکاسٹا کی حالت یکدم بدل جاتی ہے جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نمائندہ گلوکار کی بات درست ہے۔ جوکاسٹا ملتمس ہے کہ ایڈی پس اس بات کو یہیں ختم کر ڈالے لیکن وہ جوکاسٹا سے کہتا ہے کہ اسے ہر حال میں معاملے کی تہہ تک پہنچنا ہے۔ ہو سکتا ہے جوکاسٹا اپنے عالی نسب کی وجہ سے سچائی سے ڈرتی ہو لیکن ایڈی پس کو اس بات سے کوئی غرض نہیں، وہ صرف اور صرف اپنے وجود کی حقیقت جاننے کا خواہاں ہے، وہ جلد از جلد چرواہے سے ملنا چاہتا ہے۔ گیت شروع ہوتا ہے جس کے ترجمہ میں ایڈی پس کی جاں خلاصی کی پنپتی خواہش پوری شدت کے ساتھ قاری پر منکشف ہوتی ہے۔ چرواہے کی آمد ہوتی ہے۔ چرواہے اور پیغام بر کی گفتگو سے حقیقت پتا چلتی ہے کہ ایڈی پس ہی وہ بدنصیب شخص ہے جسے جوکاسٹا اور لیوس نے چرواہے کے حوالے کیا تھا تاکہ وہ اسے مار ڈالے لیکن چرواہے نے اسے قتل کرنے کی بجائے اسے مذکورہ بالا پیغام بر کے حوالے کر دیا تھا تاکہ وہ یہاں سے دور وطن میں ہی سہی لیکن زندہ تو رہے۔ ایڈی پس یہ سن کر بھونچکا رہ جاتا ہے اور اس چرواہے کو خوب ملامت کرتا ہے کہ اس نے یہ دن دیکھنے کے لیے اس کی جان کیوں بچائی۔ ایڈی پس اسی غم وغصے کی حالت اور عاجلانہ انداز میں محل میں چلا جاتا ہے۔ گیت شروع ہوتا ہے جس کا ترجمہ کرتے ہوئے مترجم نے منظر پہ چھائی رنج والم، اداسی، بے بسی اور بے کسی کی کیفیات کو بخوبی رقم کیا ہے اور قاری کو بھی حزن کے اسی سمندر میں غوطہ زنی پر اکسایا ہے جس میں ڈرامہ کے کردار ڈوب رہے ہیں۔ اسی اثنا میں جوکاسٹا کی موت کی خبر آتی ہے۔ مرنے سے قبل وہ اپنے مقتول شوہر لیوس کو دیوانہ وار یاد کرتی ہے اور اس منحوس رات کو کوستی ہے جب اس نے ایڈی پس کو جنم دیا تھا، ان منحوس لمحات کو یاد کرتی ہے جب وہ ایڈی پس کے چار بچے پیدا کرتی ہے۔ ان واقعات کا کرب اس قدر ناقابلِ برداشت ہے کہ جوکاسٹا اپنے گلے میں پھندا کس کر خودکشی کر لیتی ہے۔ ایڈپس کے لیے یہ ایک اور گھاؤ ہے جسے وہ فوری طور پر برداشت کرنے کا متحمل نہیں۔ وہ جوکاسٹا کی لاش کو زمین پر پھیلا کر اس کے لباس سے آرائشی سوئیاں الگ کرتا ہے اور ان سوئیوں سے اپنی آنکھیں پھوڑ ڈالتا ہے۔ اس کی آنکھوں سے نکلنے والا سیاہ خون اس کی داڑھی بھگو دیتا ہے اور محل میں ہر طرف عذاب اور رسوائی رقص کناں ہے۔ جوکاسٹا کی موت اور

ایڈی پس کی آنکھیں پھوڑنے کا واقعہ اسٹیج پر براہِ راست نہیں دکھایا جاتا بلکہ اسے محل سے آنے والے ملازمین کے الفاظ میں سامعین تک پہنچایا گیا ہے۔ مترجم نے جوکاسٹا کی خودکشی اور ایڈی پس کے اندھے پن کے واقعات کو خاصے پر تاثیر الفاظ میں ترجمہ میں بیان کیا ہے اور متن کے مقصود کو کامل طور پر قاری تک پہنچایا ہے۔

ایڈی پس اپنی اندھی آنکھوں کے ساتھ محل سے باہر آتا ہے اور اسٹیج پر آکر اپنی بدنصیبی کا رونا روتا ہے۔ منظر میں موجود دیگر لوگ بشمول کارنتھ کا پیغام بر، گلوکار، چرواہا اور محل کے ملازمین بھی اس کے ہمنوا ہیں۔ ایڈی پس کریون سے شرمندہ ہے اور ملتمس ہے کہ وہ اسے ملک بدر کردے لیکن کریون کہتا ہے کہ وہ دیوتا کے حکم کا منتظر ہے۔ اگرچہ اس سے قبل یہ حکم واضح تھا کہ ایڈی پس کو یا تو مار دیا جائے یا اسے ملک بدر کر دیا جائے لیکن موجودہ حالات میں اپنی بینائی کے خاتمے کی جو سزا ایڈی پس نے از خود پالی ہے ایسے میں شاید دیوتا کے فرمان میں تبدیلی کا امکان ہے۔ ایڈی پس اپنی بینائی سے اس لیے نجات پاتا ہے کہ اب اس کے دیکھنے کو کچھ باقی نہیں رہا۔ اس کی آنکھوں کو شرمندگی سے دوچار ہونا پڑے گا جب وہ اس اولاد کو دیکھے گا جن کا وہ باپ بھی ہے اور بھائی بھی ہے۔ عالمِ برزخ میں وہ بھلا جوکاسٹا سے نظریں کیونکر ملا پائے گا جو اس کی ماں بھی ہے اور بیوی بھی ہے۔ وہ اپنے باپ کا سامنا کیسے کر سکتا ہے جس کا وہ قاتل ہے۔ یہی وہ شرمندگی ہے جو ایڈی پس کی آنکھیں پھوٹنے کی موجب ہے۔ دیوتاؤں کا ایسا کوئی حکم نہ تھا لیکن بے بسی کے عالم میں ایڈی پس نے خود اپنے لیے یہ سزا تجویز کر لی تھی۔ وہ کریون سے التجا کرتا ہے کہ وہ اس کے بچوں کو اپنی سرپرستی میں لے لے۔ وہ اپنے دو بیٹوں کے لیے زیادہ متفکر نہیں، اسے اصل فکر اپنی دو بیٹیوں کی ہے، بھلا وہ جوان ہوں گی تو کون ان سے شادی کرے گا، وہ ایک ملعون باپ کی اولاد ہیں اور ایک یہی دکھ ان کو تاحیات کافی ہے۔ کریون ایڈی پس سے وعدہ کرتا ہے کہ وہ ضرور اس کے بچوں کا خیال رکھے گا اور اس مقام پر ڈرامے کے مکالموں کا اختتام ہو جاتا ہے۔ تمام کردار اسٹیج پر موجود ہیں۔ اختتامی گیت گایا جاتا ہے۔

"Thebes کے لوگو دیکھو یہ ایڈی پس ہے۔
یہ وہی ایڈی پس ہے جس نے مشہور پہیلی کا جواب دیا۔
جو انسانوں میں سب سے افضل اور ذہین تھا۔
جسے لوگ رشک کی نظر سے دیکھتے تھے۔
لیکن اس کا عبرتناک انجام سب کچھ سمیٹ کر لے گیا۔
اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ کوئی آدمی خوش قسمت نہیں۔
جب تک اس کا آخری دن نہ آجائے اور وہ سرحد پار نہ کر جائے جو زندگی کو موت سے الگ کرتی ہے۔" (۸۲)

آخری منظر سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ ایڈی پس کو وطن بدر کیا جاتا ہے یا مارنے کا فیصلہ کیا جاتا ہے لیکن گیت کے الفاظ اس بات کی جانب اشارہ کرتے ہیں کہ دنیا میں رہتے ہوئے کوئی شخص اس وقت تک اپنے مقام کی قدر کا تعین نہیں کر سکتا جب تک کہ وہ موت کی سرحد پار نہ

کر جائے۔ اس کی عقل، اس کا نسب اور اس کا جاہ و جلال اس کے وجود کے ثبات کے لیے کافی نہیں بلکہ اس کا فیصلہ کہیں اور ہوتا ہے جہاں انسان کی مرضی نہیں چلتی۔ آدمی کی دنیا کی خوش قسمتی کا حتمی فیصلہ صرف اسی وقت ہو سکتا ہے جب وہ اپنی زندگی مکمل کر کے اس جہان سے رخصت ہو جاتا ہے وگرنہ تقدیر زندگی کے آخری لمحوں میں بھی انسان کو ذلت سے دوچار کر سکتی ہے اور یہی ایڈی پس کے ساتھ بھی ہوتا ہے۔ اپنی تمام تدابیر کے باوجود وہ ذلت کے عفریت سے جان نہیں چھڑا پاتا اور اپنی موت کے وقت بدنامی کے ایک ایسے داغ کو باقی چھوڑ جاتا ہے جو آنے والے وقت کے لیے عبرت کا نشان ہے۔

مترجم نے دورانِ ترجمہ ڈرامے کے مرکزی کردار ایڈی پس سے وابستہ جذبات و واقعات کے بیان میں اگرچہ متن کی قربت کو روا رکھا ہے تاہم کچھ مقامات پر مترجم نے متن کی ایسی تعبیرات بھی پیش کی ہیں جن کی وجہ سے ترجمہ کی فضا مکدر معلوم ہوتی ہے۔ ڈرامہ کے ترجمہ کے آغاز میں ایڈی پس کے محل کے بیرونی حصے کا تذکرہ حذف کر کے مترجم قاری کے ذہن میں پہلے ہی منظر کا ادھورا بلکہ ناقص نقش بناتا ہے کیونکہ وہ ایڈی پس کے محل کو زیوس کی عبادت گاہ سے بدل دیتا ہے جس کی وجہ سے ترجمہ میں ایڈی پس کی وہ شان نمایاں نہیں ہوتی جو کہ متن میں ہے۔ متن میں دکھیاری عوام ایڈی پس سے ملتمس ہے لیکن ترجمہ میں زیوس کے معبد کے ذکر کی وجہ سے ایڈی پس زیوس کے پیچھے کھڑا نظر آتا ہے۔ متن میں آگے چل کر نوحہ کناں عوام کی جو تصویر ملتی ہے اس میں شہر **Pallas'** کے مزاروں کا خصوصی تذکرہ ہے اور لوگ ان مزاروں کے سامنے مصروفِ فغاں ہیں لیکن مترجم نے کمال سادگی سے ان مزاروں کو مقامی خانقاہوں سے بدل دیا ہے۔ پھر بعض تعبرات تو ایسی ہیں کہ جو بعید از فہم ہیں۔ مثلاً

An empty ship or city wall is nothing if no men share your life together there(83)

زندہ انسانوں پر حکومت کرنا مردہ لوگوں پر حکومت کرنے سے کہیں بہتر ہے۔ (۸۴)

اب یہاں ترجمہ اور متن میں کسی طور بھی مناسبت نہیں ملتی۔

ایک اور مثال ملاحظہ ہو:

By banishment—or atone for murder by shedding blood again. This blood brings on the storm which blasts our state(85)

"اس شخص کو جلا وطن کر دیا جائے۔ یا اسے مار دیا جائے۔ یا اس سے خون کا قصاص لیا جائے جس نے Laius بادشاہ کو قتل کیا ہے اور ہمیں اس وبا میں مبتلا کر دیا ہے۔ (۸۶)

متن میں ابھی بدبخت آدمی کی جلاوطنی یا قتال کی بات ہو رہی ہے جبکہ ترجمہ میں بادشاہ کو زائد از متن تذکرہ اسرار کی اس ساری کیفیت کو ختم کر دیتا ہے جس پر پورے ڈرامہ کی بنت ہے۔

بلاشبہ مترجم نے متن کی انگلی تھام کر ایک طویل سفر طے کیا ہے لیکن دورانِ سفر کئی ایسے مقامات ملتے ہیں جہاں مترجم نے زادِ راہ راستے میں ہی چھوڑ دیا ہے اور خود آگے کو چل پڑا ہے۔ ایک مثال پیش ہے:

Disease infects fruit blossoms in our land, disease infects our herds of grazing cattle,makes women in labour lose their children. And deadly pestilence, that fiery god, swoops down to blast the city, emptying the House of Cadmus, and fills black Hades with groans and howls(87)

ترجمہ میں تباہ کن شہر کے ذکر کے دوران درج بالا الفاظ کو درخورِ اعتنانہ جانا گیا اور یوں موت کی سہیلی یعنی قاتل بیماری کی شدت قاری پر منکشف ہی نہیں ہو سکتی حالانکہ یہ انکشاف ہی ترجمہ کا کمال ٹھہرتا۔ ترجمہ میں نہ بانجھ عورتوں کی حسرتوں کی شکل موجود ہے نہ آتش زدہ مقاماتِ شہر کی سوزش محسوس ہوتی ہے۔ پھر قاری کیونکر متن کی سی شدت کو ترجمہ میں محسوس کر سکتا ہے؟

حذف کی ایسی کئی مثالیں ہیں جو متن کے اصل کو ترجمہ کی عمارت کے دروازے سے باہر ہی روکے رکھتی ہیں۔ متن کی کاملیت اور ترجمہ کی شکستگی کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

while youthful wives and grey-haired mothers on the altar steps wail everywhere and cry in supplication, seeking to relieve their gonizing pain. Their solemn chants ring out— they mingle with the voices of lament. (88)

"نوجوان دوشیزائیں اور بوڑھی عورتیں تباہی پر نوحہ کناں ہیں" (۸۹)

ترجمہ کو دیکھ کر یوں لگتا ہے جیسے آتشیں صراحی کو توڑ کر اس کا ایک جل بجھا ٹھیکرا ترجمہ کے سٹاپو میں پھینک دیا گیا ہے۔ علاوہ اس کے بیشتر مقامات پر ڈرامہ میں شامل گیتوں کا اصل جوہر ترجمہ میں منتقل نہیں ہو پایا جس کی وجہ سے منظر کشی ادھوری معلوم ہوتی ہے جبکہ متنی تناظر میں گیتوں سے صرفِ نظر مستحسن نہیں۔ نقائص سے ہٹ کر خصائص پر نظر کی جائے تو کہیں کہیں متن کی ایسی معنوی تعبیرات ملتی ہیں جو ترجمہ کے حسن میں اضافہ کا باعث ہیں۔ مثلاً

If before now you have ever driven off a fiery plague to keep away disaster from the city and have banished it, then come to us this time as well!(90)

گیت کے اس حصے کا ترجمہ ان الفاظ میں ملتا ہے:

اے لافانی آواز! اے امید کے دیوتا! بس مجھے یہ بتا دے۔
ہماری مدد کے لیے آؤ، جو مصیبتیں ہم پر نازل ہو چکی ہیں جو مصیبتیں ہم پر نازل ہونے والی ہیں
ان سے ہمیں چھٹکارا دلاؤ، ہمیں آفات سے بچاؤ، ہماری مصیبتوں کا کوئی انت نہیں
امید کے جہازوں کے سب مستول ٹوٹ چکے ہیں۔ (۹۱)

یہاں اس ترجمہ کے درج ذیل الفاظ متن میں شامل نہیں بلکہ متن سے اخذ شدہ ہیں:

"ہماری مصیبتوں کا کوئی انت نہیں
امید کے جہازوں کے سب مستول ٹوٹ چکے ہیں۔" (۹۲)

یہاں ترجمہ میں امید شکنی کا ایسا کامل بیان ہے کہ قاری کو متن سے رجوع کی حاجت ہی نہیں رہتی۔ ایک اچھے ترجمہ کی نشانی یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ اس سے متن کے حوالے کے بغیر بھی لطف اٹھایا جا سکے۔ ایسی ہی صورت حال یہاں اور پورے ڈرامہ کے ترجمہ میں کئی مقامات پر ملتی ہے۔

ایڈی پس ریکس کے اس ترجمہ کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دورانِ ترجمہ متن کے مجموعی تاثر کی تجسیم، ڈرامہ کی کہانی کا مرتب بیان، کرداروں کی پیشکش، یونانی اساطیر کا بیان اور سب سے بڑھ کر مرکزی کردار ایڈی پس کے اضطراب و بے بسی کی منظر کشی میں مترجم نے خاصی مشاقی سے کام لیا ہے۔ مترجم نے مجموعی طور پر متن کی تصویر کو ترجمہ کے فریم میں اس طرح قید کیا ہے کہ اس کے ناقص نقشے فریم کی درزوں میں مخفی ہو جاتے ہیں۔ ایڈی پس کا کردار پیچیدہ اور الجھا ہوا ہونے کے باوجود ترجمہ کی بدولت قدرے سہولت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ دیگر کرداروں کے ساتھ بھی مترجم نے خوب انصاف کیا ہے اور ان سے وابستہ خصائص و وقائع کو ترجمہ کی مشکلات کی نذر نہیں ہونے دیا۔ دورانِ ترجمہ اگر کہیں خیال کی ڈور الجھتی بھی ہے تو مترجم اگلے ہی لمحے اسے بہر طور سلجھا دیتا ہے اور یوں کہانی کا تسلسل برقرار رہتا ہے۔ یہی ترجمہ کی خوبی بھی ہے کہ وحدت تاثر برقرار رہے۔ پھر مترجم نے ترجمہ میں مشکل پسندی کے عنصر کو قطعی طور پر جگہ نہیں دی۔ بالفاظِ دیگر مترجم نے ایک پیچیدہ خیال پر مبنی المیہ کو کمال سہل انداز میں ترجمہ کیا ہے۔ یہ سہل اندازی بھی قاری کے لیے نعمت ہے کیونکہ ایک طرف موضوعِ متن دقیق ہو، اس پر ترجمہ بھی مبنی بر سہولت نہ ہو تو ترجمہ میں قاری کی دلچسپی مفقود ہو جاتی ہے۔ دورانِ ترجمہ حذوف و اختلافات بھی سامنے آتے ہیں لیکن ایک قدیم تہذیب کے متن کو ایک نئی اور مختلف تہذیب کی زبان میں پیش کرتے ہوئے اس امر کا وقوع عام بات ہے۔ مترجم نے زیادہ تر مقامات پر متن کی ہی تہذیب کو مدِ نظر رکھا ہے تاہم کہیں کہیں مقامی رنگ کی آمیزش بھی نظر آتی ہے۔ ڈرامہ کے مکمل ترجمہ کو سامنے رکھا جائے تو مترجم کی کاوش کی داد یقینی ہے کیونکہ پہلے تو متن اور اس کے تناظر کی سمجھ بوجھ ہی خاصی محنت کی متقاضی ہے پھر ایک بالکل مختلف مزاج کی حامل زبان میں اس کا ترجمہ اور بھی ریاضت طلب ہے۔ مترجم نے دونوں کام انتہائی ایمان داری سے سر انجام دیے ہیں اور ایک عام قاری کو ایک عالمی شہرت یافتہ المیہ کو پڑھنے کا موقع فراہم کیا ہے جو یقیناً مترجم کا ایک اہم کارنامہ ہے۔

احمد عقیل روبی کی انفرادیت اور مشکل پسندی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے ترجمہ کے لیے "ایڈی پس ریکس" کا انتخاب کیا۔ ایڈی پس ریکس ایک مشکل خیال پر مبنی ڈرامہ ہے جس کی تہہ تک پہنچنا ہر قاری کے لیے آسان نہیں۔ اس کو ترجمہ کرنے کا عمل قرأت سے کئی گنا زیادہ مشکل ہے کیونکہ قاری متن فہمی کے باب میں آزاد ہے اور جہاں اسے ابہام نظر آئے وہ برملا اس کا اظہار بھی کر دیتا ہے۔ لیکن مترجم کے لیے متن فہمی میں کسی قدر پابندی روا رکھنا بھی لازم ہے۔ مثلاً وہ کلی طور پر متن کو اپنی تہذیب کے تناظر میں نہیں دیکھ سکتا بلکہ اسے متن کی تہذیب کی پاسداری کرنا ضروری ہے۔ دورانِ ترجمہ اسے متن کی ہی تہذیب اپنانا ہوتی ہے لیکن مشکل امر یہ ہے کہ زبان مترجم کی تہذیب کی پروردہ ہے۔ یہاں مترجم کی مہارت کا اصل امتحان ہوتا ہے کہ وہ کس طرح متن کی تہذیب اور ترجمہ

کی زبان میں ہم آہنگی پیدا کرتا ہے۔ اس تہذیبی تفاوت میں فنونِ لطیفہ کے اختلافات کے علاوہ مذہبی، سماجی، اساطیری حوالوں سے بھی تصادم رونما ہوتا ہے۔ دورانِ ترجمہ مترجم کا ذاتی تہذیب کو پسِ پشت ڈال کر متن کو مقدم رکھنا یقیناً مشکل امر ہے۔ لیکن ایڈی پس ریکس کے ترجمہ میں اس امر کی عملی مثال اساطیر کے بیان سے ہی لی جاسکتی ہے جنہیں مترجم نے متن کے مطابق بیان کیا ہے اور ان کی جگہ کوئی مماثل مقامی کہانی بیان کرنے سے گریز کیا ہے۔ اسی طرح ایڈیس ریکس میں بیان کردہ نفسیاتی مکالموں کو بھی مترجم نے قدرے توضیحی انداز میں ترجمہ کر کے متن کی مناسب تفہیم کی ہے۔ ترجمہ میں ڈرامے کے تمام کرداروں کے ساتھ انصاف کیا گیا ہے اور ان کی مرقع کشی بمطابق متن کی گئی ہے۔ ایڈی پس ریکس اور مترجم کی تہذیبی تفاوت اس قدر ہے کہ اس کو اردو میں ترجمہ کرنے کے خیال کو سہارنا ہی بہت مشکل ہے لیکن مترجم نے اس خیال کو اپنے ذہن میں محض جگہ ہی نہیں دی بلکہ اس کی تعبیر بھی بہت خوبی سے کی ہے۔ ان تمام امور کی روشنی میں احمد عقیل روبی کی ترجمہ کی اس کاوش کو سراہنا ہر اس قاری پر واجب ہے جو ترجمہ کے اسرار و رموز سے واقفیت رکھتا ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1۔**Oedipus complex,** in psychoanalytic theory, is a desire for sexual involvement with the parent of the opposite sex and a concomitant sense of rivalry with the parent of the same sex; a crucial stage in the normal developmental process.

تجزیاتی نفسیات کے مطابق "ایڈی پس کمپلیکس" کی اصطلاح ایسے بچے کے لیے مستعمل ہے جس میں والدین میں سے مخالف جنس کے ساتھ جنسی وابستگی زیادہ ہو اور ہم جنس کے ساتھ لڑائی جھگڑا رہتا ہو۔ عام شخصی ارتقا میں ایک اہم پہلو ہے۔ بحوالہ:

https://www.google.com/search?q=importance+of+oedipus+complex&oq=importance+of+edipus+&aqs=chrome.2.69i57j0i13i457j0i22i30l6.22380j0j7&sourceid=chrome&ie=UTF-8

۲۔ تھیبیز کا بادشاہ اور ڈرامہ کا مرکزی کردار ہے۔

۳۔ ایڈی پس کی بیوی ہے۔ ماضی میں ایڈی پس کے باپ کی بیوی رہ چکی ہے۔

۴۔ جوکاسٹا کا بھائی اور ایڈی پس کا سالا ہے۔ ایڈی پس اسے اپنے تخت کا دشمن سمجھتا ہے۔

۵۔ ایڈی پس اور جوکاسٹا کی پہلی بیٹی ہے۔

۶۔ ایڈی پس اور جوکاسٹا کی دوسری بیٹی ہے۔

۷۔ تھیبیز کا معزز مذہبی رہنما ہے جو ایڈی پس کے محل میں تھیبیز کے عوام کا نمائندگی کرتا ہے۔

۸۔ ایک بوڑھا اندھا پیشوا ہے جو ایڈی پس کی بدبختی کی پیشن گوئی کرتا ہے۔

۹۔ تھیبیز کے محل کا پرانا ملازم ہے جو اب شہر سے دور رہتا ہے۔ ایڈی پس کی پیدائش پر اسے بادشاہ نے حکم دیا تھا کہ وہ ایڈی پس کو ختم کر دے لیکن اس نے ایڈی پس کو بچا لیا اور اس کا یہی عمل بعد ازاں ڈرامہ میں مذکور تباہی کی بنیاد بنا۔

10۔Sophocles. Oedipus the King. Translated by : Ian Johnston. Malaspina University-College, 2004. P: 2

۱۱۔ دو یونانی ڈرامے (ایڈی پس ریکس از سوفوکلیز، میڈیا از یوری پیڈیز)، احمد عقیل روبی (مترجم)۔ نیشنل اکیڈمی آف پرفارمنگ آرٹس کراچی-پاکستان۔ ۲۰۱۲۔ ص: ۷

12۔https://www.dictionary.com/browse/laurel

13۔Sophocles. Oedipus the King, P:2

۱۴۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص:۷

15۔ Sophocles. Oedipus the King, P:2

۱۶۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص۷-۸

17۔Sophocles. Oedipus the King, P:2

۱۸۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص:۸

19۔Sophocles. Oedipus the King, P:2

۲۰۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص:۸

21۔ https://www.britannica.com/topic/Palladium-Greek-religion

22۔https://occult-world.com/pallas/

23۔Sophocles. Oedipus the King, P:2

24۔https://warwick.ac.uk/fac/arts/classics/intranets/students/modules/greekreligion/database/template-copy9

25۔Sophocles. Oedipus the King, P:2

۲۶۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص:۸

27۔Sophocles. Oedipus the King, P:2

28۔Sophocles. Oedipus the King, P:2

۲۹۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص:۸

30-Sophocles. Oedipus the King, P:2

۳۱۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص:۹

32-Sophocles. Oedipus the King, P:2

33-Sophocles. Oedipus the King, P:2, 3

۳۴۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص:۹

35-Sophocles. Oedipus the King, P: 3

۳۶۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص:۹

Oedipus the King, P: 3 Sophocles.37-

۳۸- دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص:۱۰

39-Sophocles. Oedipus the King, P: 3

40-Sophocles. Oedipus the King, P: 3-4

41-Sophocles. Oedipus the King, P: 4

۴۲۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص ۱۰

43-Sophocles. Oedipus the King, P: 4

۴۴۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص ۱۱

45-Sophocles. Oedipus the King, P: 5،4

46-Sophocles. Oedipus the King, P:5

۴۷۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص ۱۱

48-Sophocles. Oedipus the King, P:5-6

۴۹۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص ۱۳۔۱۴

50-Sophocles. Oedipus the King, P:6

۵۱۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص ۱۴

52-Sophocles. Oedipus the King, P:6

۵۳۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص ۱۴

54- Sophocles. Oedipus the King, P:6

۵۵۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص ۱۵

56- Sophocles. Oedipus the King, P:6

۵۷۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص ۱۶

58-Sophocles. Oedipus the King, P:6

59-Sophocles. Oedipus the King, P:7

60-Sophocles. Oedipus the King, P:7-8

61-Sophocles. Oedipus the King, P:8

۶۲۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص ۲۰

63-Sophocles. Oedipus the King, P:9

۶۴۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص ۲۲

65-Sophocles. Oedipus the King, P:11

۶۶۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص ۲۵

67-Sophocles. Oedipus the King, P:12

68-Sophocles. Oedipus the King, P:13

۶۹۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص ۳۰

70-Sophocles. Oedipus the King, P:13

71-Sophocles. Oedipus the King, P:13

72-Sophocles. Oedipus the King, P:19

73-Sophocles. Oedipus the King, P:20

۷۴۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص ۴۳

75-Sophocles. Oedipus the King, P:21

۷۶۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص ۴۵

77-Sophocles. Oedipus the King, P:21

۷۸۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص ۵۴

79- Sophocles. Oedipus the King, P:25

80-Sophocles. Oedipus the King, P:27

81-Sophocles. Oedipus the King, P:28

۸۲۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص ۸۱

83-Sophocles. Oedipus the King, P:2, 3

۸۴۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص:۹

85-Sophocles. Oedipus the King, P: 4

۸۶۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص ۱۱

87-Sophocles. Oedipus the King, P:2

88-Sophocles. Oedipus the King, P:6

۸۹۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص ۱۴

90-Sophocles. Oedipus the King, P:5-6

۹۱۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص ۱۳۔ ۱۴

۹۲۔ دو یونانی ڈرامے، احمد عقیل روبی، محولہ بالا، ص ۱۳۔ ۱۴

References and Annotations

1-**Oedipus complex,** in psychoanalytic theory, is a desire for sexual involvement with the parent of the opposite sex and a concomitant sense of rivalry with the parent of the same sex; a crucial stage in the normal developmental process.

(Ref:https://www.google.com/search?q=importance+of+oedipus+complex&oq=importance+of+edipus+&aqs=chrome.2.69i57j0i13i457j0i22i30l6.22380j0j7&sourceid=chrome&ie=UTF-8)

2- King of Thebes and central character of the play.

3- Wife of Oedipus, was wife of Oedipus' father in past as well.

4- Jocasta's brother and Oedipus' brother in law. Oedipus considers him an enemy.

5- The elder daughter of Oedipus and Jocasta

6- The young daughter of Oedipus and Jocasta

7- A respected religious man of Thebes who represents Theban people in the palace.

8- An old and blind person who prophesies about Oedipus' bad luck.

9- An old servant of Theban palace who now lives far from the city. On the birth of Oedipus he was ordered by the king to murder Oedipus. He didn't obey the king, rescued Oedipus and such action settled the base of the drama.

10-Sophocles. Oedipus the King. Translated by : Ian Johnston. Malaspina University-College, 2004. P: 2

11- Dou Yunani Dramay (Oedipus Rex by Sophocles, Medea by Euripides), Ahmad Aqeel Rubi (Translator). National Academy of Performing Arts, Karachi, Pakistan. 2012. P: 7

12-https://www.dictionary.com/browse/laurel
13-Sophocles. Oedipus the King, P: 2
14-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 7
15- Sophocles. Oedipus the King, P: 2
16-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 7-8
17-Sophocles. Oedipus the King, P: 2
18-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 8
19-Sophocles. Oedipus the King, P: 2
20-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 8
21- https://www.britannica.com/topic/Palladium-Greek-religion
22-https://occult-world.com/pallas/
23-Sophocles. Oedipus the King, P: 2
24-https://warwick.ac.uk/fac/arts/classics/intranets/students/modules/greekreligion/database/template-copy9
25-Sophocles. Oedipus the King, P: 2
26-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 8
27-Sophocles. Oedipus the King, P: 2
28-Sophocles. Oedipus the King, P: 2
27-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 8
30-Sophocles. Oedipus the King, P: 2
31-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 9
32-Sophocles. Oedipus the King, P: 2
33-Sophocles. Oedipus the King, P: 2, 3
34- Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 9
35-Sophocles. Oedipus the King, P: 3
36-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 9
37-Sophocles. Oedipus the King, P: 3
38-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 10
39-Sophocles. Oedipus the King, P: 3
40-Sophocles. Oedipus the King, P: 3-4
41-Sophocles. Oedipus the King, P: 4
42-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 10
43-Sophocles. Oedipus the King, P: 4
44-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 11
45-Sophocles. Oedipus the King, P: 5،4
46-Sophocles. Oedipus the King, P: 5
47-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 11
48-Sophocles. Oedipus the King, P: 5-6
49-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 13-14
50-Sophocles. Oedipus the King, P: 6
51-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 14
52-Sophocles. Oedipus the King, P: 6

53-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 14
54- Sophocles. Oedipus the King, P: 6
55-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 15
56- Sophocles. Oedipus the King, P: 6
57-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 16
58-Sophocles. Oedipus the King, P: 6
59-Sophocles. Oedipus the King, P: 7
60-Sophocles. Oedipus the King, P: 7-8
61-Sophocles. Oedipus the King, P: 8
62-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 20
63-Sophocles. Oedipus the King, P: 9
64-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 22
65-Sophocles. Oedipus the King, P: 11
66-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 25
67-Sophocles. Oedipus the King, P: 12
68-Sophocles. Oedipus the King, P: 13
69-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 30
70-Sophocles. Oedipus the King, P: 13
71-Sophocles. Oedipus the King, P: 13
72-Sophocles. Oedipus the King, P: 19
73-Sophocles. Oedipus the King, P: 20
74-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 43
75-Sophocles. Oedipus the King, P: 21
76-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 45
77-Sophocles. Oedipus the King, P: 21
78-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 54
79- Sophocles. Oedipus the King, P: 25
80-Sophocles. Oedipus the King, P: 27
81-Sophocles. Oedipus the King, P: 28
82-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 81
83-Sophocles. Oedipus the King, P: 2, 3
84-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 9
85-Sophocles. Oedipus the King, P: 4
86-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 11
87-Sophocles. Oedipus the King, P: 2
88-Sophocles. Oedipus the King, P: 6
89-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 14
90-Sophocles. Oedipus the King, P: 5-6
91-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 13-14
92-Dou Yunani Dramay, Ahmed Aqeel Rubi, P: 13-14